ماہنامہ

احمدیہ گزٹ کینیڈا

اگست 2020ء

درود شریف سے مراتب کی بلندی

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

”اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو جو درود شریف پڑھنے کی اس قدر تاکید فرمائی ہے اس کی کیا وجہ ہے؟کیا آنحضرتؐ کو ہماری دعاؤں کی حاجت ہے۔نہیں ہے۔ بلکہ ہمیں یہ طریق سکھایا ہے کہ اے میرے بندو! تم جب اپنی حاجات لے کر میرے پاس آؤ، میرے پاس حاضر ہو تو اپنی دعاؤں کو قبول کروانے اور اپنی حاجات کو پوری کرنے کا اب ایک ہی ذریعہ ہے اور وہ یہ ہے کہ میرے پیارے نبیؐ کے ذریعہ سے مجھ تک پہنچو۔ اگر تم نے یہ وسیلہ اختیار نہ کیاتو پھر تمہاری سب عبادتیں رائیگاں چلی جائیں گی کیونکہ میں نے یہ سب کچھ،یہ سب کائنات اپنے اس پیارے نبی کے لئے پیدا کی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃو السلام فرماتے ہیں کہ:

اگرچہ آنحضرتؐ کو کسی دوسرے کی دعا کی حاجت نہیں ۔ لیکن اس میں ایک نہایت عمیق بھید ہے۔ جو شخص ذاتی محبت سے کسی کے لئے رحمت اور برکت چاہتا ہے وہ بباعثِ علاقہ ذاتی محبت کے اس شخص کے وجود کی ایک جزو ہو جاتا ہے۔ پس جو فیضان شخص مدعولہ پرہوتا ہے وہی فیضان اس پر ہو جاتا ہے۔ اور چونکہ آنحضرتؐ پر فیضان حضرتِ احدیت کے بے انتہا ہیں اس لئے درود بھیجنے والوں کو کہ جو ذاتی محبت سے آنحضرتؐ کے لئے برکت چاہتے ہیں ،بے انتہا برکتوں سے بقدر اپنے جوش کے حصہ ملتا ہے۔ مگر بغیر روحانی جوش اور ذاتی محبت کے یہ فیضان بہت ہی کم ظاہر ہوتا ہے۔“

(خطبہ جمعہ 5 ستمبر2003ء ۔ مطبوعہ الفضل لندن۔ہفتہ 28 مارچ ، 2020ء)

لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ

ماهنامه احمدیه گزٹ کینیڈا

جماعت احمدیہ کینیڈا کا تعلیمی، تربیتی اور دینی مجلّہ

اگست 2020ء جلد نمبر 49 شمارہ 8

فہرست مضامین

★ قرآن مجید اور حدیث النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	2
★ ارشادات حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام	3
★ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات	4
★ جماعت احمدیہ کا آغاز اور شاندار مستقبل از مکرم مولانا عطاء المجیب راشدؔ صاحب	10
★ پاکستانی کے صحافی صابر شاکر اور چودھری غلام حسین سے 74 کی کارروائی کے متعلق چند اہم سوال از مکرم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب	14
★ دعوت الی اللہ میں حکمت کے تقاضے از شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ کینیڈا	17
★ قدرتی حوادث اور عذابِ الٰہی میں فرق: دو نظریات از مکرم مولانا طاہر محمود احمد صاحب	18
★ وبائی ایام میں تجہیز و تکفین کا مسئلہ از مکرم مولانا انیس احمد ندیمؔ صاحب	22
★ استغفار کی قرآنی دعائیں	24
★ اسکندریہ کی لائبریری کو کس نے جلایا؟ از مکرم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب	25
★ پانچ بابرکت کام از مکرم ایم۔اے سلیمان صاحب	28
★ حقیقی نماز وہی ہے جس کے پڑھنے کے بعد انسان اپنے آپ میں تبدیلی محسوس کرے از شعبہ تربیت جماعت احمدیہ کینیڈا	29
★ خاتم النبیین۔ پاکستانی اسمبلیوں کی قرارداد از مکرم محمد آصف منہاس صاحب	30
★ ابا جان محترم ملک انصار الحق صاحب شہید لاہور اور 28 مئی 2010ء کی چند یادیں از محترمہ صوبیہ انس احمد صاحبہ	32
★ بعض دیگر مضامین، منظوم کلام اور اعلانات	34

نگران

ملک لال خاں

امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیر اعلیٰ

مولانا ہادی علی چوہدری

نائب امیر جماعت احمدیہ کینیڈا

مدیران

ہدایت اللہ ہادیؔ اور عثمان شاہدؔ

معاون مدیران

حافظ رانا منظور احمد اور شفیق اللہ

نمائندہ خصوصی

محمد اکرم یوسف

معاونین

مسعود ناصر، فوزیہ بٹ، غلام احمد عابدؔ

تزئین و زیبائش

شفیق اللہ

مینیجر

مبشر احمد خالدؔ

رابطہ

editor@ahmadiyyagazette.ca

Tel: 905-303-4000 ext. 2241

www.ahmadiyyagazette.ca

قرآن مجید

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ o

اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَ یُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَسَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا O

یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت بھیجتے ہیں۔ اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! تم بھی اس پر درود اور خوب خوب سلام بھیجو۔ ☆

(سورۃ الاحزاب 57:33)

☆ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس آیت کریمہ کے بارہ میں فرماتے ہیں:

’’اس آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ رسول اکرمؐ کے اعمال ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کی تعریف یا اوصاف کی تحدید کرنے کے لئے کوئی لفظ خاص نہ فرمایا۔ لفظ تو مل سکتے تھے لیکن خود استعمال نہ کئے یعنی آپؐ کے اعمال صالحہ کی تعریف، تحدید سے بیرون تھی۔ اس قسم کی آیت کسی اور نبی کی شان میں استعمال نہ کی۔ آپؐ کی روح میں وہ صدق و وفا تھا اور آپؐ کے اعمال خدا کی نگاہ میں اس قدر پسندیدہ تھے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے یہ حکم دیا کہ آئندہ لوگ شکرگزاری کے طور پر درود بھیجیں۔‘‘

(ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ السلام۔ جلد اول، صفحہ 24، مطبوعہ ربوہ)

حدیث النبی ﷺ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ

(912) عَنْ جَعْفَرٍ عَنِ الْعَلَاءِ عَنْ اَبِیْهِ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ وَاحِدَةً صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ عَشْرًا

(صحیح مسلم. کتاب الصلوٰۃ، باب الصلوٰۃ علی النبیؐ، جلد2)

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجا اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا۔

(98) عَنْ کَعْبِ بْنِ عُجْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ: خَرَجَ عَلَیْنَا النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فَقُلْنَا یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَدْ عَلِمْنَا کَیْفَ نُسَلِّمُ عَلَیْکَ فَکَیْفَ نُصَلِّیْ عَلَیْکَ ؟قَالَ: قُوْلُوْا:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ .

اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰی اِبْرَاھِیْمَ وَ عَلٰی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ .

(صحیح مسلم. کتاب الصلوۃ، باب الصلوۃ علی النبی ، صحیح بخاری بحوالہ حدیقۃ الصالحین، صفحہ 126)

حضرت کعبؓ بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب ہمارے ہاں تشریف لائے تو ہم نے عرض کیا۔ اے اللہ کے رسول! ہمیں یہ تو معلوم ہے کہ آپؐ پر سلام کس طرح بھیجا جائے لیکن یہ پتہ نہیں کہ آپؐ پر درود کیسے بھیجیں۔ آپؐ نے فرمایا۔ تم مجھ پر اس طرح درود بھیجا کرو۔

اے ہمارے اللہ! تو محمدؐ پر اور محمدؐ کی آل پر درود بھیج جس طرح تو نے ابراہیمؑ پر اور ابراہیمؑ کی آل پر درود بھیجا۔ تو حمد والا اور بزرگی والا ہے۔ اے ہمارے اللہ! تو محمدؐ اور محمدؐ کی آل کو برکت عطا کر جس طرح تو نے ابراہیمؑ اور ابراہیمؑ کی آل کو برکت عطا کی۔ تو حمد والا اور بزرگی والا ہے۔

جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے
اُس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے

درود شریف کے طفیل ... مَیں دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فیوض عجیب نوری شکل میں آنحضرت ﷺ کی طرف جاتے ہیں اور پھر وہاں جا کر آنحضرت ﷺ کے سینے میں جذب ہو جاتے ہیں۔ اور وہاں سے نکل کر ان کی لا انتہا نالیاں ہو جاتی ہیں اور بقدر حصّہ رسدی ہر حقدار کو پہنچتی ہیں۔ یقیناً کوئی فیض بِدُوں وساطت آنحضرت ﷺ دوسروں تک پہنچ ہی نہیں سکتا۔ درود شریف کیا ہے؟ رسول اللہ ﷺ کے اُس عرش کو حرکت دینا ہے جس سے یہ نور کی نالیاں نکلتی ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کا فیض اور فضل حاصل کرنا چاہتا ہے اُس کو لازم ہے کہ وہ کثرت سے درود شریف پڑھا کرے تا کہ اس فیض میں حرکت پیدا ہو۔

(الحکم مورخہ 28 فروری 1903ء صفحہ 7)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے

ارشاد فرمودہ خطباتِ جمعہ کے خلاصہ جات

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 05 جون 2020ء

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 05 جون 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج پھر میں بدری صحابہ کا ذکر کروں گا۔ پہلے صحابی کا نام ہے حضرت صہیب بن سنان رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ آپ کا رنگ سرخ، قد درمیانہ اور بال گھنے تھے۔ کسریٰ کی حکومت میں ان کے والد یا چچا شہر ابلہ کے عامل تھے دجلہ کنارے آباد یہ شہر بعد میں بصری کہلایا۔ رومیوں نے اس علاقے پر حملہ کیا تو حضرت صہیبؓ کم عمری میں ہی قیدی بنالئے گئے، یوں انہوں نے رومیوں میں پرورش پائی۔ ایک روایت کے مطابق جب حضرت صہیبؓ اپنی عقل وشعور کی عمر کو پہنچے تو روم سے بھاگ کر مکہ آگئے۔

اس اعتراض کے جواب میں کہ آنحضور ﷺ نے قرآن مجید دوسروں یا غلاموں کی مدد سے بنالیا ہے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت صہیبؓ کی بھی مثال پیش فرمائی ہے۔ حضرت صہیبؓ، عبداللہ بن جدعان کے غلام تھے یہ آپؐ پر ایمان لائے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان نے ہی انہیں ثابت قدم رکھا۔ حضور نے فرمایا یہ انتہائی بودا اعتراض ہے۔ کیا ان غلاموں نے مصائب سہیڑنے کے لئے آپؐ کی مدد کی تھی؟

حضرت صہیبؓ نے تیس سے زائد افراد کے بعد اسلام قبول کیا۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ اسلام میں سبقت رکھنے والے چار ہیں۔ عرب (میں) رسول اللہ ﷺ، رومیوں میں حضرت صہیبؓ، اہلِ فارس میں حضرت سلمان فارسیؓ اور اہلِ حبش میں حضرت بلالؓ۔ حضرت صہیبؓ ان مومنین میں سے تھے جنہیں کمزور ہونے کے باعث بے پناہ اذیت دی جاتی۔ یہی حال حضرت عمار بن یاسر، ابوفائد، عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہم اور دیگر اصحاب کا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت صہیبؓ نے سب سے آخر میں مدینے کی طرف ہجرت کی تھی۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت صہیبؓ ایک مال دار آدمی تھے اور مکے کے باحیثیت لوگوں میں شمار ہوتے تھے۔ باوجود اس کے کہ آپؓ آزاد ہوچکے تھے قریش ان کو مار مار کر بیہوش کر دیتے۔ جب انہوں نے مدینے ہجرت کا ارادہ کیا تو کفار نے کہا جو دولت تم نے مکے میں کمائی ہے ہم تمہیں وہ دولت مکے سے باہر نہیں لے جانے دیں گے۔ چنانچہ آپؓ نے ساری دولت مکہ والوں کے سپرد کر دی اور خالی ہاتھ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے۔ آپؐ نے فرمایا صہیب! تمہارا یہ سودا پہلے سب سودوں سے زیادہ نفع مند رہا۔

آپؓ غزوہ بدر سمیت تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ بڑھاپے کی عمر میں آپؓ لوگوں کو جمع کر کے نہایت لطف کے ساتھ اپنے جنگی کارنامے سنایا کرتے۔

ایک روایت کے مطابق حضرت سلمان فارسیؓ، حضرت صہیبؓ اور حضرت بلالؓ بیٹھے ہوئے تھے کہ ان کے پاس سے ابوسفیان بن حرب کا گزر ہوا۔ لوگوں نے کہا کہ اللہ کی تلواریں ابھی اللہ کے دشمن کی گردن پر نہیں چلیں۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں کے اس تبصرے کو ناپسند کرتے ہوئے انہیں روکا۔ جب رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم ہوا تو آپؐ نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو فرمایا کہ تم نے شاید انہیں غصہ دلایا ہے، اور اگر تم نے انہیں غصہ دلایا ہے تو تم نے اپنے رب کو غصہ دلایا ہے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت صہیبؓ سے بہت محبت رکھتے تھے یہاں تک کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ زخمی ہوئے تو آپؓ نے وصیت فرمائی کہ میری نماز جنازہ حضرت صہیبؓ پڑھائیں گے اور تین روز تک مسلمانوں کی امامت بھی کرائیں گے یہاں تک کہ اہلِ شوریٰ خلیفہ منتخب کرلیں۔ ایک موقعے پر حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ حضرت صہیب! میں تین باتوں کے علاوہ تم میں کوئی عیب نہیں دیکھتا، اگر وہ تم میں نہ ہوتے تو میں کسی کو تم پر فضیلت نہ دیتا۔ تم خود کو عرب کی طرف منسوب کرتے ہو جب کہ تمہاری زبان عجمی ہے۔ تم اپنی کنیت ابویحیٰ بتاتے ہو جو ایک نبی کا نام ہے۔ تم اپنا مال فضول خرچ کرتے ہو۔ حضرت صہیبؓ نے جواباً کہا کہ میں اپنا مال وہیں خرچ کرتا ہوں جہاں اسے خرچ کرنے کا حق ہوتا ہے۔ میری کنیت رسول اللہ ﷺ نے ابویحیٰ رکھی تھی اور اس کو میں ہرگز ترک نہیں کرسکتا۔ اسی طرح رومیوں نے مجھے کم سنی میں قیدی بنالیا تھا چنانچہ میں نے ان کی زبان سیکھ لی۔ میں قبیلہ نمر بن قاسط سے تعلق رکھتا ہوں۔

حضرت صہیبؓ کی وفات ماہ شوال 38 یا 39 ہجری میں ہوئی اور آپؓ مدینے میں مدفون ہوئے۔ بوقتِ وفات آپؓ کی عمر تہتر یا بعض روایات کے مطابق ستر برس تھی۔

اگلے صحابی حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں۔ آپؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ خزرج کے خاندان بنو حارث سے تھا اور یہ زمانہ جاہلیت میں بھی لکھنا پڑھنا جانتے تھے۔ حضرت سعدؓ بیعتِ عقبہ اولیٰ اور ثانیہ میں شامل تھے۔ ہجرت کے وقت آپؐ نے حضرت سعد اور حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے درمیان مؤاخات قائم فرمائی تو آپؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ سے کہا کہ میں انصار میں زیادہ مال دار ہوں۔ میں تقسیم کر کے نصف مال آپؓ کو دے دیتا ہوں۔ اسی طرح میری دو بیویوں میں سے جو آپ پسند کریں میں اس سے دست بردار ہو جاؤں گا۔ عدت گزرنے کے بعد آپؓ اس سے نکاح کرلیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے حضرت سعدؓ سے کہا مجھے اس کی ضرورت نہیں۔ تم صرف یہ بتاؤ کہ کیا یہاں کوئی بازار ہے جس میں تجارت ہوتی ہو۔

حضرت سعد بن ربیعؓ غزوہ بدر اور احد میں شامل ہوئے اور احد کی لڑائی میں ہی آپؓ شہید ہوئے۔ حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے حضرت سعدؓ کی شہادت کے متعلق دیگر روایات کے ساتھ قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بیان فرمودہ تفاصیل بھی پیش فرمائیں۔ قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگِ احد

کا دِل خراش نقشہ کھینچتے ہوئے فرماتے ہیں کہ جنگ ختم ہوئی تو آنحضرت ﷺ بھی زخمی تھے لیکن پھر بھی آپؐ میدان میں آ گئے۔ شہداء کی نعشوں کی دیکھ بھال شروع ہوئی تو مسلمانوں کے سامنے خون کے آنسو رلانے والا نظارہ تھا۔ ستر مسلمانوں کی خاک وخون میں لتھڑی نعشیں، عرب کی وحشیانہ رسم مثلہ کا مہیب نظارہ پیش کر رہی تھیں۔ اس موقعے پر آپؐ کے ارشاد کی تعمیل میں ایک انصاری صحابی حضرت ابی بن کعبؓ، حضرت سعد بن ربیعؓ کا حال معلوم کرنے میدانِ جنگ میں گئے۔ ہر طرف تلاش کرنے اور آوازیں دینے کے بعد حضرت ابی بن کعبؓ نے اونچی آواز سے کہا کہ حضرت سعد بن ربیعؓ کہاں ہیں؟ مجھے رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف بھیجا ہے۔ اس آواز نے حضرت سعدؓ کے نیم مردہ جسم میں بجلی دوڑا دی۔ آپؓ نعشوں کے ڈھیر تلے نیم مردہ حالت میں پڑے تھے۔ چونک کر مگر نہایت نحیف آواز میں جواب دیا کون ہے میں یہاں ہوں۔ حضرت ابی بن کعبؓ نے جب بتایا کہ انہیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ کا حال معلوم کرنے بھیجا ہے تو حضرت سعدؓ نے حضور ﷺ کو سلام بھجوایا اور اجر کے لئے دعا کی۔ پھر مسلمانوں کو سلام کہنے کے بعد فرمایا کہ میری قوم سے کہنا کہ اگر تم میں زندگی کا دم ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو کوئی تکلیف پہنچ گئی تو خدا کے سامنے تمہارا کوئی عذر نہیں ہوگا۔ یہ کہہ کر حضرت سعدؓ نے جان دیدی۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ، حضرت سعد بن ربیعؓ کے واقعے کو بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں کہ دیکھو ایسے وقت میں انسان کے دل میں اپنے بیوی بچوں کے لئے کیا کیا خیال آتے ہیں لیکن اس صحابی نے ایسا کوئی پیغام نہیں دیا صرف یہی کہا کہ ہم آنحضرت ﷺ کی حفاظت کرتے ہوئے اس دنیا سے جاتے ہیں تم بھی اسی راستے سے ہمارے پیچھے آ جاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت سعدؓ کی صاحبزادی حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس آئیں تو آپؓ نے ان کے لئے اپنا کپڑا اچھا دیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور ان خاتون کے متعلق استفسار کیا۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ اس شخص کی بیٹی ہیں جو مجھ سے اور تم سے بہتر تھا۔ جس کی وفات رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں ہوئی اور اس نے جنت میں ٹھکانہ بنا لیا اور میں اور تم باقی رہ گئے۔

حضرت سعدؓ ایک متمول آدمی تھے۔ شہادت کے وقت آپؓ نے اہلیہ اور دو بیٹیاں سوگوار چھوڑیں۔ کیونکہ اس وقت تک ورثے کے احکام نازل نہیں ہوئے تھے لہٰذا آپ کے بھائی نے قدیم دستور کے مطابق آپؓ کی جائیداد پر قبضہ کر لیا۔ اس پر حضرت سعدؓ کی بیوہ نے سارا معاملہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کیا۔ آپؐ نے انہیں صبر کی تلقین کی اور پھر جلد ہی ورثے کے احکام نازل ہو گئے جس پر آپؐ نے حضرت سعدؓ کے بھائی کو طلب کر کے نئے احکامِ شرعیہ کے مطابق ورثہ تقسیم فرمایا۔

حضورِ انور نے حقوقِ نسواں سے متعلق اسلامی تعلیم اور رسول اللہ ﷺ کے اسوۂ حسنہ پر مبنی قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ایک نوٹ بھی پیش فرمایا۔

خطبے کے اختتام پر حضورِ انور نے ایک مرتبہ پھر کورونا وائرس، دنیا کے موجودہ حالات بالخصوص امریکہ میں پھیلی بدامنی اور بے چینی کے تناظر میں دعا کی تحریک کرتے ہوئے فرمایا اللہ تعالیٰ عوام کو صحیح رنگ میں اپنے مطالبات پیش کرنے اور حکومتوں کو انصاف کے ساتھ تمام شہریوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ اسی طرح پاکستان میں احمدیوں پر بڑھتے ہوئے ظلم وستم کے متعلق فرمایا کہ پاکستانی حکومت کو چاہئے کہ اپنی تاریخ سے سبق سیکھیں اور انصاف سے حکومت چلائیں۔ احمدیت کے معاملے کو لے کر اور ظلم کر کے نہ پہلے کوئی حکومت قائم رہ سکی ہے اور نہ آئندہ رہ سکے گی۔ ہاں! ان ظلموں کے نتیجے میں دنیا میں احمدیت کی ترقی پہلے سے بڑھ کر ہوئی ہے اور ان شاء اللہ آئندہ بھی ہوتی رہے گی۔ خدا تعالیٰ انسانوں کو عقل اور سمجھ دے کہ ان کی بقا اور بچت ایک خدا کی طرف جھکنے اور ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے میں ہے۔ آمین

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 12 جون 2020ء

سیدنا امیر المومنین خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے 12 جون 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، سرے، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

آج میں جن صحابہ کا ذکر کروں گا ان میں سے ایک ہیں حضرت سعید بن زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ دراز قد، گندمی رنگ اور گھنے بالوں والے سعید کا تعلق قبیلہ عدی بن کعب بن لوئی سے تھا۔ ان کا شجرہ نسب چوتھی پشت میں حضرت عمرؓ اور آٹھویں پشت میں آنحضرت ﷺ سے ملتا ہے۔ سعیدؓ کی بہن عاتکہ کی شادی حضرت عمرؓ اور حضرت عمرؓ کی بہن فاطمہ کی شادی آپ سے ہوئی تھی۔ حضرت سعیدؓ کے والد زید بن عمرو دینِ ابراہیم پر قائم موحد شخص تھے اور حضرت اسما بنت ابوبکر کی ایک روایت کے مطابق زید بیٹیوں کو زندہ درگور نہ کیا کرتے بلکہ اگر کسی شخص کے ایسے ارادے کی خبر زید کو ہوتی تو وہ اسے اس ظالمانہ فعل سے روکتے اور بچی کا خرچ اور خوراک کی ذمہ داری خود لے لیتے۔ حضورِ انور نے فرمایا بعض دفعہ بچے اسلام سے قبل رسول اللہ ﷺ کے دین کے متعلق سوال کرتے ہیں تو آپؐ سب سے بڑھ کر موحد تھے اور ایک خدا کی عبادت کیا کرتے تھے۔ بعثتِ نبویؐ سے پیشتر سعیدؓ کے والد زید کی حضورِ اکرم ﷺ سے ملاقات کی ایک روایت صحیح بخاری میں ملتی ہے جس کے مطابق آنحضور ﷺ نے غیر اللہ کے نام پر ذبیحے کو کھانے سے اجتناب فرمایا اور زید نے اس پر کہا کہ میں بھی غیر اللہ کے نام پر ذبح کی گئی چیزیں نہیں کھاتا۔

زید بن عمرو نے کفر وشرک سے متنفر ہو کر حق کی تلاش میں دور دراز ممالک کا سفر اختیار کیا اور ملکِ شام میں یہودی ونصرانی علماء سے ملے جنہوں نے انہیں دینِ حنیف کی پیروی کی تاکید کی۔ زید نے رسول اللہ ﷺ کا زمانہ پایا لیکن بعثت سے پانچ سال قبل وفات پا گئے۔

عامر بن ربیعہ سے زید بن عمرو نے ایک بار کہا کہ وہ دینِ ابراہیم پر قائم ہیں اور اسمٰعیل کی نسل میں ایک نبی کے منتظر ہیں لیکن ان کا خیال تھا کہ وہ اس نبی کا زمانہ نہیں دیکھ سکیں گے۔ انہوں نے عامر کو نصیحت کی کہ اگر تم اس نبی کا زمانہ پاتو اسے میرا سلام کہنا۔ عامر بن ربیعہ جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے آنحضرت ﷺ کو زید کا پیغام پہنچایا اور سلام عرض کیا۔ آنحضرت ﷺ نے سلام کا جواب دیا اور رحمت کی دعا کی۔ پھر فرمایا کہ میں نے زید کو جنت میں اس طرح دیکھا کہ وہ اپنے دامن کو سمیٹ رہا تھا۔ ایک اور موقعے پر آپؐ نے زید کے متعلق فرمایا کہ وہ قیامت کے دن اکیلے ایک امت کے برابر اٹھائے جائیں گے۔

حضرت سعید بن زیدؓ اور ان کی بیوی فاطمہؓ آنحضرتؐ کے دارارقم میں داخل ہونے سے پہلے ایمان لے آئے تھے۔ آپؓ کی اہلیہ فاطمہؓ حضرت عمرؓ کے قبولِ اسلام کا باعث بنیں جس کی تفصیل حضرت خباب بن ارتؓ کے ذکر میں بیان ہو چکی ہے۔ اس واقعے میں کیونکہ حضرت سعیدؓ کا بھی کردار ہے اس لئے حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے سیرت خاتم النبیینؐ کے حوالے سے اس واقعے کو دوبارہ بیان فرمایا۔

جب حضرت عمرؓ آنحضور ﷺ کے قتل کے ارادے سے گھر سے نکلے اور کسی شخص کے خبر دینے پر اپنی بہن فاطمہ اور بہنوئی سعید بن زید کی خبر لینے ان کے گھر پہنچے اور قرآن مجید کی تلاوت کی آواز ان کے کانوں میں پڑی تو آہٹ سن کر حضرت خبابؓ تو چھپ گئے لیکن حضرت عمر نے سعیدؓ کو دبوچ لیا۔ اس وقت عمر اس قدر غصے میں تھے کہ جب ان کی بہن فاطمہؓ اپنے خاوند کو بچانے درمیان میں آئیں تو وہ بھی زخمی ہوگئیں۔

حضرت عمر کے قبولِ اسلام کے واقعے کو مختصراً بیان کرنے کے بعد حضورِانور نے فرمایا کہ یہ حضرت سعیدؓ تھے جو حضرت عمر کے اسلام لانے کا بھی ذریعہ بنے۔ حضرت سعیدؓ اولین مہاجرین میں سے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے آپؓ کی مؤاخات رافع بن مالکؓ یا ابی بن کعبؓ کے ساتھ قائم فرمائی تھی۔ حضرت سعیدؓ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے تاہم رسول اللہ ﷺ نے انہیں مالِ غنیمت میں سے حصہ دیا تھا۔ حضورِانور نے فرمایا کہ اسی لئے میں ان تمام صحابہؓ کو جنہیں عدم شرکت کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے حصہ دے کر یا کسی بھی رنگ میں بدر میں شامل فرمایا بدری صحابہ میں شمار کر رہا ہوں۔

حضرت سعید بن زیدؓ غزوہ بدر میں اس لئے شامل نہ ہوسکے تھے کیونکہ بدر پر روانگی سے دس روز قبل آنحضرت ﷺ نے قریش کے قافلے کی شام سے روانگی کا اندازہ لگا کر خبر رسانی کی غرض سے آپؓ اور حضرت طلحہؓ کو روانہ فرمایا۔ ان دونوں اصحاب کی واپسی سے پیشتر ہی آنحضور ﷺ کو کفار کی ارادوں کی خبر مل گئی اور آپ ﷺ صحابہ کے ہمراہ قریش کے قافلے کے قصد سے روانہ ہوگئے۔ حضرت طلحہؓ اور سعید بن زیدؓ جس روز مدینہ پہنچے تو یہ وہی دن تھا جب بدر کے مقام پر رسول اللہ ﷺ کی قریش سے جنگ ہوئی۔ یوں حضرت سعیدؓ غزوہ بدر میں شریک نہ ہوسکے تھے۔

حضرت سعید بن زیدؓ عشرہ مبشرہ میں شامل تھے۔ آپؓ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ حرا پہاڑ پر تھے تو وہ ہلنے لگا۔ آپؐ نے فرمایا کہ اے حرا ٹھہرا رہ! یقیناً تجھ پر ایک نبی اور صدیق اور شہید کے علاوہ اور کوئی نہیں۔ عرض کیا گیا کہ وہ کون لوگ ہیں تو سعیدؓ نے کہا رسول اللہ ﷺ، ابوبکر، عمر، عثمان، علی، طلحہ، زبیر، سعد اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہم ۔ یہ نو لوگ تھے۔ دسویں کی بابت دریافت کرنے پر آپؓ نے توقف کے بعد فرمایا کہ وہ میں ہوں۔

حضرت عمرؓ کی خلافت میں حضرت سعیدؓ شام کے معرکے میں پیدل فوج کی افسری پر متعین تھے۔ جنگ کے دوران ہی آپؓ کو دمشق کی گورنری پر مامور کیا گیا لیکن انہوں نے جہاد سے محرومی کے خیال سے معذرت کرلی۔ حضرت سعیدؓ کے سامنے بہت سے انقلاب برپا ہوئے اور بیسیوں خانہ جنگیاں ہوئیں۔ آپؓ اپنے زہد و تقویٰ کے باعث ان سب فتنوں سے کنارہ کش رہے تاہم اپنی رائے کا اظہار بلاتامل کیا کرتے۔

حضرت عثمانؓ کی شہادت پر آپؓ نے فرمایا کہ تم لوگوں نے عثمانؓ کے ساتھ جو سلوک کیا اس سے اگر احد پہاڑ متزلزل ہوجائے تو کچھ عجب نہیں۔ اسی طرح مغیرہ بن شعبہ نے ایک مرتبہ حضرت علیؓ کی شان میں گستاخی کی تو آپؓ نے حضرت علیؓ کے عشرہ مبشرہ میں شامل ہونے کا حوالہ دیتے ہوئے اسے باز رہنے کی تلقین کی۔

آپؓ انتہائی مستجاب الدعوات تھے، امیر معاویہ کے عہد میں ایک عورت اروی نے آپؓ پر زمین پر قبضے کا الزام لگایا تو آپؓ نے حکام کے روبرو کہا کہ تمہارا کیا خیال ہے کہ میں رسول اللہ ﷺ سے یہ سننے کے بعد ظلم کرسکتا ہوں کہ جو ظلم کی راہ سے ایک بالشت زمین بھی غصب کرے گا قیامت کے دن ساتوں زمینیں اس کے گلے کا طوق ہوں گی۔ پھر آپؓ نے دعا کی کہ اے خدا! اگر اروی جھوٹ بولتی ہے تو اس کو اس وقت تک موت نہ دے جب تک اس کی نظر نہ جاتی رہے اور اس کی قبر اس کے گھر کا کنواں ہو۔ چنانچہ وہ عورت پہلے بصارت سے محروم ہوئی اور پھر اپنے گھر کے کنویں میں گر کر مرگئی۔

حضرت سعید بن زیدؓ نے پچاس یا اکاون ہجری میں تقریباً ستر برس کی عمر میں وفات پائی۔ حضرت سعد بن ابی وقاصؓ نے آپؓ کو غسل دیا جب کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور آپؓ مدینے میں مدفون ہوئے۔ مختلف اوقات میں سعیدؓ نے دس شادیاں کیں اور آپ کے ہاں تیرہ لڑکے اور انیس لڑکیاں پیدا ہوئیں۔

حضرت سعیدؓ کے ذکر کے بعد حضورِانور نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کا مختصر ذکر فرمایا۔ آپؓ کا نام زمانہ جاہلیت میں عبدِعمرو یا عبدالکعبہ تھا۔ اسلام لانے کے بعد حضور ﷺ نے نام بدل کر عبدالرحمٰن رکھ دیا۔ آپؓ کا تعلق قبیلہ زہرہ بن کلاب سے تھا۔ عبدالرحمٰن بن عوفؓ دراز قد اور سرخی مائل سفید رنگت کے مالک تھے، آنکھیں خوب صورت، سفید اور پلکیں لمبی تھیں۔ آپؓ عام الفیل سے دس برس پہلے پیدا ہوئے اور ان گنتی کے افراد میں شامل تھے جنہوں نے زمانہ جاہلیت میں بھی شراب کو اپنے اوپر حرام کیا ہوا تھا۔

عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت عمرؓ کی قائم کردہ چھ افراد پر مشتمل انتخابِ خلافت کی شوریٰ کے ممبر بھی تھے۔ ابتدائی اسلام لانے والوں میں آپ کا نمبر آٹھواں تھا۔ ہجرت کے بعد آنحضور ﷺ نے آپؓ کی مؤاخات حضرت سعد بن ربیعؓ کے ساتھ قائم فرمائی تو سعدؓ نے کہا کہ میں انصار میں سے مال دار ہوں میں اپنے نصف مال اور دو بیویوں میں سے ایک سے دست بردار ہوجاتا ہوں۔ عدت گذرنے کے بعد آپؓ اس سے نکاح کرلیں۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ نے انہیں اموال و نفوس میں برکت کی دعا دی اور خود قلیل سرمائے سے تجارت کا آغاز کردیا جس میں خدا نے بہت برکت دی۔

جنگِ بدر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پہلو میں کھڑے دو انصاری بچوں معاذ اور معوذ نے پلک جھپکتے میں ابوجہل کو واصلِ جہنم کردیا تھا۔

حضورِانور نے اس واقعے کے کوائف اور تفاصیل پیش کرنے کے بعد فرمایا کہ یہ واقعہ پہلے بھی ایک دو دفعہ بیان ہوچکا ہے۔ یہ ان سب صحابہ کا آنحضرت ﷺ سے محبت اور عشق تھا جس کی وجہ سے ان کو اپنی جانوں کی بھی پروا نہیں تھی۔

خطبے کے اختتام پر حضورِانور نے فرمایا حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کا باقی ذکر ان شاء اللہ آئندہ کروں گا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 19 جون 2020ء

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 19 جون 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِ انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

پچھلے خطبے میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا جس کا کچھ حصہ رہ گیا تھا آج میں وہ بیان کروں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے امیہ بن خلف کے ساتھ پرانے دوستانہ تعلقات تھے۔ مدینے پہنچ کر آپؓ نے امیہ کو خط لکھا کہ وہ مکے میں آپؓ کے مال و جائیداد کی حفاظت کرے اور آپؓ یہاں مدینے میں امیہ کے مال و اسباب کی حفاظت کریں گے۔ اس خط میں آپؓ نے اپنا اسلامی نام عبدالرحمٰن لکھا تھا جس پر امیہ نے کہا کہ میں عبدالرحمٰن کو نہیں جانتا چنانچہ آپؓ نے زمانہ

جاہلیت کا نام عبد عمرو لکھا۔

جنگِ بدر کے موقعے پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے امیہ نے پناہ کی درخواست کی جس پر آپؓ نے امیہ اور اس کے بیٹے علی کو پناہ دی۔ آپؓ ان دونوں باپ بیٹے کے ساتھ چل رہے تھے کہ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے امیہ کو دیکھ لیا۔ امیہ مکہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شدید ترین اذیتیں دیا کرتا تھا چنانچہ حضرت بلالؓ نے اسے یوں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جاتا دیکھ کر شور مچا دیا اور انصار کی ایک مجلس میں کھڑے ہو کر کہا کہ یہ کفار کا سرغنہ ہے اگر یہ بچ نکلا تو میری خیر نہیں۔ اس پر مسلمانوں کی ایک جماعت نے حملہ آور ہو کر امیہ بن خلف اور اس کے بیٹے دونوں کو ہلاک کر دیا۔

جنگِ احد میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ، رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ آپؓ کو اکیس زخم آئے، اگلے دو دانت شہید ہوئے اور ایک ایسا شدید زخم آیا کہ آپؓ لنگڑا کر چلا کرتے تھے۔ شعبان چھ ہجری میں آنحضرت ﷺ نے آپؓ کی قیادت میں سات سو مجاہدین کا لشکر دومۃ الجندل کی طرف اس ہدایت کے ساتھ روانہ کیا کہ پہلے انہیں اسلام کی دعوت دینا اور اگر جنگ کی نوبت آئے تو خیانت، دھوکا، بدعہدی نیز بچوں اور عورتوں کے قتل سے مجتنب رہنا۔ آپؓ نے رسولِ خدا ﷺ کے حکم کی تعمیل میں تین روز تک قبیلہ کلب کو اسلام کی دعوت دی اور بالآخر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ آنحضرت ﷺ کے حکم کے مطابق آپؓ نے قبیلہ کلب کے سردار کی بیٹی تماضر سے شادی کی جو بعد میں اُمِّ ابو سلمیٰ کہلائیں۔

چودہ ہجری میں جنگِ جسر کے موقعے پر جب حضرت ابوعبید بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شہادت کی اطلاع ملی تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مدینے میں اپنا قائم مقام مقرر فرما کر خود خروج کا ارادہ فرمایا۔ اس موقعے پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان لوگوں میں سے تھے جنہوں نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جانے سے روکا۔ آپؓ نے فرمایا کہ میں نے نبی کریم ﷺ کے سِوا کسی کو یہ نہیں کہا کہ میرے ماں باپ آپؐ پر قربان لیکن آج میں آپ (یعنی عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کہتا ہوں کہ اے وہ کہ جس پر میرے ماں باپ فدا ہوں آپؓ یہیں رک جائیں اور ایک بڑا لشکر روانہ کریں۔ کیونکہ اگر آپؓ کی موجودگی میں فوج شکست کھا گئی تو وہ آپؓ کی شکست متصور ہوگی اور اگر آپؓ ابتدا میں ہی شہید ہو گئے تو مجھے اندیشہ ہے کہ مسلمان کبھی تکبیر اور لا الہ الا اللہ کی شہادت نہ دے سکیں گے۔ حضرت عمر کو عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مشورہ پسند آیا اور آپؓ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورے کے مطابق حضرت سعد بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بطور کمانڈر روانہ فرمایا۔

آنحضرت ﷺ نے مدینے میں مختلف صحابہ اور قبیلوں کو رہائش کے لئے جگہ عطا فرمائی تھی چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبیلے کو مسجد نبوی کے عقب میں کھجوروں کے ایک جھنڈ میں رہائش کے لئے زمین عطا کی۔ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے وعدہ بھی فرمایا تھا کہ شام کی فتح پر فلاں حصہ زمین تمہارے لئے ہوگا۔ چنانچہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت میں آپؓ کو وہ حصہ زمین ملا۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ سعادت بھی عطا ہوئی کہ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کے پیچھے نماز پڑھی۔ یہ واقعہ غزوہ تبوک کے موقعے پر ایک دن نمازِ فجر پر پیش آیا۔ نماز کے بعد جب رسول اللہ ﷺ اپنی رہ جانے والی رکعت مکمل کرنے کے لئے کھڑے ہوئے تو مسلمانوں میں گھبراہٹ پیدا ہوئی اور وہ بکثرت تسبیح کرنے لگے۔ نماز مکمل کرنے کے بعد حضور ﷺ نے وقت پر نماز ادا کرنے پر رشک کا اظہار کیا اور فرمایا کہ ہر نبی اپنی زندگی میں امت کے کسی نہ کسی نیک آدمی کے پیچھے نماز ضرور پڑھتا ہے۔ حضورِ انور نے اس واقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یہ فرما کر بہت بڑا اعزاز بخشا کہ میرا تمہارے پیچھے نماز پڑھنا اس بات کی تصدیق ہے کہ تم نیک آدمی ہو۔

ایک روایت کے مطابق آپؓ ظہر سے قبل لمبے نوافل پڑھا کرتے تھے۔ راوی بیان کرتا ہے کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں اور یہ دعا کر رہے ہیں کہ یا اللہ! مجھے نفس کے بخل سے بچا۔ حضرت عمر فارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی خلافت کے پہلے سال میں آپؓ کو امیرِ حج مقرر فرمایا۔

ایک مرتبہ آپؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں جوؤں کی کثرت کی شکایت لے کر حاضر ہوئے اور ریشمی لباس پہننے کی اجازت چاہی۔ آنحضور ﷺ نے اجازت مرحمت فرما دی۔ خلافتِ حضرت عمر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے بیٹے کے ہمراہ ریشمی لباس میں ملبوس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپؓ کے بیٹے کی قمیص گریبان میں ہاتھ ڈال کر پھاڑ ڈالی اور فرمایا کہ آپؓ نے آنحضرت ﷺ کے حضور جوؤں کی شکایت پر اجازت لی تھی، یہ اجازت آپؓ کے سوا کسی کے لئے نہیں۔

حضرت سعد بن ابراہیمؒ سے روایت ہے کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک چادر پہنا کرتے تھے جس کی قیمت چار، پانچ سو درہم تھی۔ حضورِ انور نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل دیکھیں کہ جب ہجرت ہوئی تو کچھ بھی پاس نہیں تھا اس کے بعد قیمتی لباس بھی پہنا، اور اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے بے شمار جائیداد بھی پیدا کر دی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو خلیفہ مقرر فرمانے کا ارادہ کیا تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق ان کی رائے پوچھی۔ آپؓ نے جمیع مسلمانوں پر حضرت عمر فارق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی افضلیت کا اقرار کرتے ہوئے فرمایا کہ بس حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مزاج میں ذرا شدت زیادہ ہے۔

ایک موقعے پر حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سختی سے معاملہ کیا اور کہا کہ تم ابتدائی ایمان لانے کو بڑا اعزاز سمجھتے ہو۔ جب یہ بات رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا میرے اصحاب کو چھوڑ دو۔ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی احد پہاڑ جتنا سونا بھی خرچ کرے تو اُن کے معمولی خرچ کو نہیں پہنچ سکتا۔ آنحضور ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا کہ وہ مسلمانوں کے سردار اور زمین و آسمان میں امین ہیں۔

ایک روز افطار کے وقت حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں انواع و اقسام کے کھانے پیش ہوئے۔ آپؓ نے ایک لقمہ منہ میں ڈالا تو ان پر رقت طاری ہو گئی اور یہ کہہ کر کھانے سے ہاتھ اٹھا لئے کہ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ شہید ہوئے تو انہیں ایک چادر میں کفنایا گیا جب کہ وہ ہم سے بہتر تھے۔ اس کفن کی حالت یہ تھی کہ اگر پاؤں ڈھانکتے تو سر ننگا ہو جاتا اور اگر سر ڈھانکتے تو پاؤں ننگے ہو جاتے تھے۔ پھر حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو یاد کر کے بھی یہی فرمایا اور کہا کہ ہمیں مالی

فراخی اور دنیاوی آسائش عطا کی گئی اور ہمیں اس سے وافر حصہ ملا۔ مجھے ڈر ہے کہ ہماری نیکیوں کا اجر ہمیں جلد مل گیا۔ اس کے بعد وہ رونے لگے اور کھانا چھوڑ دیا۔ اسی طرح کے ایک اور موقعے پر آپؓ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ اس حال میں دنیا سے رخصت ہوئے کہ آپؐ اور آپؐ کے اہلِ خانہ جو کی روٹی سے سیر نہیں ہوئے۔

ایک مرتبہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُم المومنین حضرت اُمِّ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے اپنی نسبت کثرتِ مال کے سبب ہلاکت کے خوف کا اظہار کیا تو حضرت اُمِّ سلمیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے انہیں صدقہ وخیرات کی ہدایت کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میرے بعض ساتھی ایسے بھی ہوں گے کہ میری جدائی کے بعد دوبارہ مجھے کبھی نہ دیکھ سکیں گے۔ حضورِانور نے فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان صحابہ میں شامل تھے جنہیں آنحضرت ﷺ نے جنت کی بشارت دے رکھی تھی پھر بھی ان لوگوں میں خدا تعالیٰ کا خوف اور خشیت اتنی تھی کہ ہر وقت فکر میں رہتے تھے۔

شام کے ملک میں طاعون کی وبا پھوٹنے کی خبر ملنے پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلامی لشکر کی پیش قدمی کے متعلق مشورے کے لئے اکابر صحابہ کو طلب کیا۔ اس موقعے پر حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کیا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تم کسی جگہ کے بارے میں سنو کہ وہاں وبا پھوٹ پڑی ہے تو وہاں مت جاؤ اور اگر تم اس مقام پر ہو تو وہاں سے مت نکلو۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ اے ابوعبیدہ! کاش تمہارے علاوہ کسی اور نے یہ بات کہی ہوتی۔ ہاں ہم اللہ کی ایک تقدیر سے فرار ہوتے ہوئے اللہ ہی کی ایک دوسری تقدیر کی طرف جاتے ہیں۔

حضورِانور نے کورونا وائرس کی حالیہ وبا کے تناظر میں فرمایا کہ آج کل بھی جن ممالک نے وقت پہ لاک ڈاؤن کیا وہاں کافی حد تک اس کو محدود کرلیا اور جن ممالک نے لاپروائی برتی وہاں یہ وبا پھیلتی جارہی ہے۔

خطبے کے اختتام پر حضورِانور نے فرمایا کہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سیرت کے بارے میں کچھ حصہ باقی ہے جو ان شاءاللہ آئندہ خطبے میں بیان کروں گا۔

خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ 26 جون 2020ء

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مورخہ 26 جون 2020ء کو مسجد مبارک، اسلام آباد، ٹلفورڈ، یوکے میں خطبہ جمعہ ارشاد فرمایا جو مسلم ٹیلی وژن احمدیہ کے توسط سے پوری دنیا میں نشر کیا گیا۔

تشہد، تعوذ، تسمیہ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضورِانور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

گذشتہ خطبے میں بھی حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ذکر ہو رہا تھا بقایا جو حصہ رہتا ہے وہ آج بیان کروں گا۔ آپؓ حد درجہ سخی تھے چنانچہ آپؓ نے وصیت کی تھی کہ ان کے ترکے میں سے جنگِ بدر کے شرکا میں سے ہر ایک کو چار سو دینار دیے جائیں، اُس وقت اُن اصحاب کی تعداد سو تھی۔ غزوہ تبوک کے موقعے پر جب مال اور سواری مہیا کرنے کی تحریک ہوئی تو آپؓ نے ایک سو اوقیہ (تقریباً چار ہزار درہم) پیش کئے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اللہ تعالیٰ کے خزانوں میں سے دو خزانے ہیں جو اللہ کی رضا کے لئے خرچ کرتے ہیں۔ ایک موقعے پر آپؓ نے چالیس ہزار دینار مالیت کی زمین خرید کر ضرورت مندوں اور امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں تقسیم کردی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے آپؓ کے حق میں دعا کی کہ اے اللہ! تو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جنت کے چشمے سلسبیل کا مشروب پلا۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ میرے بعد میرے اہلِ خانہ کی خبرگیری کرنے والا شخص سچا اور نیکوکار ہوگا۔ چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ، امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن کا بے حد خیال کرتے اور حج کے لئے انہیں بڑے وقار سے لے کر جاتے۔

ایک بار مدینے میں اجناسِ خوردنی کا قحط تھا۔ اُس دوران حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا سات سو اونٹوں کا قافلہ شام سے پہنچا جس پر گندم اور اشیائے خوردنی لدی ہوئی تھیں۔ جب حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اس کا علم ہوا تو آپؓ نے فرمایا کہ آنحضرت ﷺ فرماتے تھے کہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت میں گھٹنوں کے بل داخل ہوں گے۔ اس پر حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سارا غلہ حتی کہ اونٹوں کے پالان تک خدا کی راہ میں دے دیئے۔ ایک موقعے پر آپؓ نے تیس تیس غلام ایک ہی دن میں آزاد کئے۔

ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے فرمایا کہ تم کیونکہ مال دار ہو اس لئے جنت میں رینگتے ہوئے داخل ہوگے پس خدا کی راہ میں خرچ کرو۔ آپؓ کے دریافت کرنے پر کہ کیا خرچ کروں۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا جو موجود ہے وہ خرچ کرو چنانچہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ تعمیلِ ارشاد میں روانہ ہوگئے۔ تھوڑی دیر بعد آپؐ نے حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بلوایا اور فرمایا کہ جبرئیل نے کہا ہے کہ مہمان نوازی کرو، مسکین کو کھانا کھلاؤ اور سوالی اور رشتے داروں کا خیال رکھو۔

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مرتبہ چالیس ہزار درہم، ایک بار چالیس ہزار دینار، ایک دفعہ پانچ صد گھوڑے، دوسری دفعہ پانچ صد اونٹ راہِ خدا میں وقف کئے۔ اسی طرح اپنے ترکے میں سے پچاس ہزار دینار راہِ خدا میں دیئے اور امہات المومنین رضی اللہ تعالیٰ عنھن کے لئے چار لاکھ درہم مالیت کے ایک باغیچے کی وصیت فرمائی۔ آپؓ کی وفات اکتیس یا بتیس ہجری میں 72 یا 78 برس کی عمر میں ہوئی۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت زبیر بن العوام رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نمازِ جنازہ پڑھائی اور جنت البقیع میں تدفین ہوئی۔

حضورِانور نے دوسرا ذکر حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمایا۔ آپؓ کا تعلق انصار کے قبیلہ اوس کی شاخ بنو عبدالاشہل سے تھا۔ اور آپؓ اوس قبیلے کے سردار تھے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر اسلام قبول کیا۔ آپؓ کے طفیل بنو عبدالاشہل اسلام قبول کرنے والا انصار کا پہلا گھرانہ ثابت ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے آپؓ کی مؤاخات حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا حضرت ابو عبیدہ بن الجراح رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ قائم فرمائی۔

حضورِانور نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قبولِ اسلام سے متعلق قمر الانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رقم فرمودہ تفاصیل پیش فرمائیں۔ اسلام لانے سے پیشتر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس نئے دین کے پھیلانے سے ناخوش ہونے کے باوجود مدینے میں سب سے پہلے مسلمان ہونے والے اپنے خالہ زاد بھائی حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وجہ سے خاموش تھے۔ آپؓ نے قبیلے کے ایک اور بااثر شخص اسید بن حضیر کو حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس بھجوایا تاکہ وہ انہیں تبلیغِ اسلام سے باز رکھیں۔

حضرت مصعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسید بن حضیر کو قرآن شریف سنایا اور بڑے محبت کے پیرایہ میں اسلامی تعلیم سے آگاہ کیا چنانچہ اسید بن حضیر نے اسی وقت اسلام قبول کرلیا۔ حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت سعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان دونوں کے پاس بھجوایا جو بڑے غضب ناک انداز میں حضرت اسعد بن زرارہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مخاطب ہوئے اور کہا کہ تم اپنی قرابت داری کا ناجائز فائدہ اٹھا رہے ہو۔ حضرت مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے انہیں بھی نہایت دِل کش پیرایہ میں تبلیغ کرتے ہوئے اسلامی اصول کی تشریح بیان فرمائی جس کے نتیجے میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اسلام قبول کرلیا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ دونوں ہی چوٹی کے صحابہ میں شمار ہوتے تھے۔ قمرالانبیاء حضرت مرزا بشیر احمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت لکھتے ہیں کہ انہیں انصارِ مدینہ میں وہی پوزیشن حاصل تھی جو مہاجرینِ مکہ میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تھی۔

ہجرتِ نبوی کے بعد قریشِ مکہ کی طرف سے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کا ایک تہدیدی خط آیا کہ تم محمد (ﷺ) کی پناہ سے دست بردار ہو جاؤ ورنہ تمہاری خیر نہیں۔ ان منافقین کے دلوں میں پہلے ہی اسلام کے خلاف کینے پنپ رہے تھے چنانچہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ کی تیاری شروع کردی۔ جب یہ اطلاع حضور اکرم ﷺ کو پہنچی تو آپؐ نے ان لوگوں کو سمجھایا کہ مجھ سے جنگ کی صورت میں تم لوگ اپنے ہی بیٹوں، بھائیوں اور باپوں کے خلاف لڑو گے اس لئے جنگ سے باز رہو۔ جب قریشِ مکہ کو اپنے اس ارادے میں ناکامی ہوئی تو انہوں نے مدینے کے یہود کو مسلمانوں کے خلاف اکسایا۔ دراصل کفارِ مکہ کی غرض یہ تھی کہ جس طرح بھی ہو اسلام کا نام و نشان صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔ وہ اس بات کا تہیہ کئے بیٹھے تھے کہ مسلمانوں کو چین سے نہیں بیٹھنے دیں گے۔

کفارِ مکہ کے خونی ارادوں کا علم بخاری میں درج ایک تاریخی واقعے سے ہوتا ہے۔ سیرت خاتم النبیینؐ میں مرقوم تفصیل کے مطابق ہجرتِ نبوی کے کچھ عرصے بعد حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عمرہ کے ارادے سے مکہ گئے اور امیہ بن خلف کے پاس قیام کیا اور اسے کہا کہ وہ فتنے سے بچنے کے لئے آپ کو اپنی موجودگی میں طواف کروادے۔ دوپہر کے وقت جب آپؓ طوافِ کعبہ کر رہے تھے ابوجہل اس جانب آنکلا اور حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھ کر غصے کا اظہار کیا اور کہا کہ تم کیا گمان کرتے ہو کہ اس مرتد (نعوذ باللہ) محمد (ﷺ) کو پناہ دینے کے بعد امن سے کعبے کا طواف کرسکو گے۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ فتنے سے بچنا چاہتے تھے لیکن آپؓ کی رگوں میں ریاست کا خون اور دل میں ایمانی غیرت جوش زن تھی۔ کڑک کر بولے واللہ! اگر تم نے ہمیں کعبے سے روکا تو یاد رکھو پھر تمہیں بھی شامی راستے پر امن نہیں مل سکے گا۔ امیہ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ بات سنی تو آپؓ کو ابوجہل کے سامنے آواز نیچی رکھنے کو کہا۔ حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اس بات کو چھوڑو واللہ! مجھے حضور ﷺ کی یہ پیش گوئی نہیں بھولتی کہ تم ایک دن مسلمانوں کے ہاتھوں مارے جاؤ گے۔ اس پر امیہ اس قدر خوف زدہ ہوا کہ گھر لوٹ کر اپنی بیوی سے کہا کہ میں تو مسلمانوں کے خلاف مکے سے نہیں نکلوں گا۔ لیکن تقدیر کے نوشتے پورے ہوئے اور بدر کے موقعے پر امیہ کو مسلمانوں کے مقابلے کے لئے نکلنا پڑا اور وہ مسلمانوں کے ہاتھوں مارا گیا۔

ایک روایت کے مطابق جب بدر کے موقعے پر کفارِ مکہ روانہ ہونے لگے تو امیہ نے پس وپیش سے کام لیا۔ اس پر ابوجہل نے امیہ سے کہا کہ تم وادی کے رؤساء میں سے ہو ایک دو دن کے لئے ہی ساتھ چلو چنانچہ وہ دو دن کے لئے ان کے ساتھ چلا گیا اور اللہ تعالیٰ نے اسے قتل کرادیا۔

حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ غزوہ بدر، احد اور خندق میں رسول اللہ ﷺ کے ہم راہ شامل ہوئے۔ غزوہ بدر کے روز اوس کا جھنڈا آپؓ کے پاس تھا۔

غزوہ بدر کے موقعے پر حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی آنحضرت ﷺ سے محبت وفدائیت کا اظہار اس واقعے سے ہوتا ہے کہ بدر کے میدان سے ایک منزل کے فاصلے پر جب یہ اطلاع موصول ہوئی کہ تجارتی قافلے کی حفاظت کے لئے قریش کا ایک بڑا جرار لشکر مکے سے آرہا ہے، آنحضرت ﷺ نے تمام صحابہؓ کو جمع کیا اور مشورہ طلب فرمایا۔ بعض نے اس رائے کا اظہار کیا کہ بہتر یہی ہے کہ قافلے سے سامنا ہو لیکن آنحضرت ﷺ نے اس رائے کو پسند نہ فرمایا۔ اکابر صحابہؓ نے اس مشورے کو رد کرتے ہوئے جاں نثارانہ تقاریر کیں اور اپنے اخلاص کا اظہار فرمایا۔ حضور ﷺ نے یہ تقریریں سنیں تو آپ کا چہرہ خوشی سے تمتمانے لگا۔ مگر اس موقعے پر آپؐ انصار کے جواب کے منتظر تھے اور چاہتے تھے کہ کوئی انصار سردار بھی ایسے ہی اخلاص کا اظہار کرے چنانچہ اُن تمام تقاریر کے باوجود آپؐ یہی فرماتے کہ اچھا! پھر مجھے مشورہ دو کہ کیا کیا جائے۔ حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ رئیس اوس نے آپؐ کا منشا سمجھتے ہوئے انصار کی طرف سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! شاید آپؐ ہماری رائے پوچھتے ہیں۔ خدا کی قسم! جب ہم آپؐ کو سچا سمجھ کر آپؐ پر ایمان لے آئے ہیں تو پھر آپؐ جہاں چاہیں چلیں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں۔ اگر آپؐ ہمیں سمندر میں کود جانے کو کہیں تو ہم کود جائیں گے۔ آپؐ ہم سب کو لڑائی میں ان شاء اللہ صابر پائیں گے۔ آنحضور ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اخلاص ومحبت سے پُر یہ تقریر سنی تو بہت خوش ہوئے۔

خطبے کے اختتام پر حضورِ انور نے فرمایا کہ بقیہ ذکر ان شاء اللہ اگلے خطبے میں بیان ہوگا۔

(سہ روزہ الفضل انٹرنیشنل لندن۔ 09,19,23,30 جون 2020ء)

ولادت باسعادت

عزیزم سلطان طارق منہاس سلمہ اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم خالد احمد منہاس صاحب مربی سلسلہ، اسسٹنٹ نیشنل جنرل سیکرٹری جماعت احمدیہ کینیڈا اور محترمہ منصورہ ندرت منہاس صاحبہ کو ایک بیٹی عزیزہ میرب احمد منہاس سلمہا اور ایک بیٹا عزیزم قادر احمد منہاس سلمہ وقفِ نو کی مبارک سکیم میں شامل ہیں، ان کے بعد مورخہ 7 جولائی 2020ء کو فرزندِ ارجمند سے نوازا ہے۔ الحمدللہ

نومولود کا نام ''سلطان طارق منہاس'' تجویز ہوا ہے۔

عزیزم سلطان طارق منہاس سلمہ اللہ تعالیٰ، مکرم طارق محمود منہاس صاحب اور محترمہ بشریٰ طارق منہاس صاحبہ ٹرانٹو کے پوتے اور مکرم محمد سرور منہاس صاحب اور محترمہ امۃ الباری منہاس صاحبہ آف لندن یوکے، کے نواسے ہیں۔

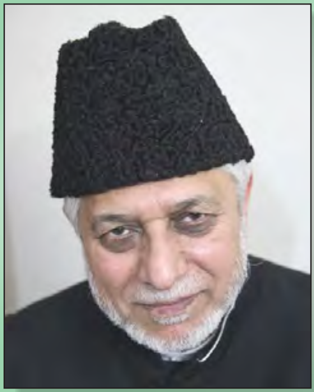

جماعتِ احمدیہ کا آغاز اور شاندار مستقبل

مکرم مولانا عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد فضل لندن

’’مجھے اس خدائے کریم وعزیز کی قسم ہے جو جھوٹ کا دشمن اور مفتری کا نیست ونابود کرنے والا ہے کہ میں اس کی طرف سے ہوں اوراس کے بھیجنے سے عین وقت پر آیا ہوں اور اس کے حکم سے کھڑا ہوا ہوں اور وہ میرے ہر قدم میں میرے ساتھ ہے اور وہ مجھے ضائع نہیں کرے گا اور نہ میری جماعت کو تباہی میں ڈالے گا جب تک وہ اپنا تمام کام پورا نہ کرلے جس کا اس نے ارادہ فرمایا ہے۔‘‘

(اربعین حصہ دوم، روحانی خزائن جلد 17، صفحہ 348)

ایمان ، یقین ، تحدی اور جلال سے بھرے ہوئے یہ مبارک الفاظ اس مقدس ہستی کے ہیں جس کو اللہ تبارک وتعالیٰ نے اس زمانہ میں بنی نوع انسان کی ہدایت و رہنمائی کے لئے مبعوث فرمایا۔ یہ مقدس وجود ہمارے پیارے آقا، سرورِ کائنات، خاتم الانبیا، حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے روحانی فرزندِ جلیل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام بانیٔ جماعتِ احمدیہ کا ہے۔

انیسویں صدی کے آغاز میں ہندوستان بلکہ ساری دنیا میں مذہبِ اسلام کی حالت بہت ہی کسمپرسی کی تھی ۔ مسلمان تو تھے مگر صرف نام کے۔ ان کی ایمانی اور عملی کمزوریوں کو دیکھ کر عیسائیت اور دیگر مذاہب ہر طرف سے اسلام پر حملہ آور ہو رہے تھے۔ مسلمانوں میں جواب کی ہمت نہ تھی ۔ دردمندانِ اسلام کے دل مضطرب تھے اور خدا تعالیٰ کے آستانہ پر سجدہ ریز۔ بالآخر رحمتِ الٰہی جوش میں آئی اور خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق اسلام کی حفاظت اور احیائے نو کی بنا ڈالی ۔ اس زمانہ کے سب سے بڑے عاشقِ رسول غلامِ احمد نے خواب میں دیکھا کہ لوگ ایک محی کی تلاش میں ہیں اور ایک شخص نے آپؑ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ هذا رجل يحب رسول اللّٰهِ کہ یہی وہ شخص ہے جو رسول اللہ سے محبت رکھتا ہے۔ یہ خدائی اشارہ تھا کہ محبتِ رسول کی شرط اس مقدس وجود میں متحقق ہے اور یہی ہر خیر و برکت کی کلید ہے۔ پھر آپؑ کو ایک کشف میں یہ نظارہ بھی دکھایا گیا کہ ایک باغ لگایا جا رہا ہے اور آپؑ کو اس کا مالی مقرر کیا گیا ہے۔ 1882ء کے آغاز میں اللہ تعالیٰ نے آپؑ کو اس الہام سے نوازا قُل اِنی اُمِرتُ و انا اول المُومِنین آپؑ کی ماموریت اور مجددیت کا پہلا الہام تھا۔ بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آپؑ پر یہ بھی واضح فرمایا کہ امتِ محمدیہ میں جس امام مہدی اور مسیح موعود کے آنے کا وعدہ دیا گیا تھا وہ وعدہ آپؑ کے وجود میں پورا ہو چکا ہے اور آپؑ ہی کو رسولِ پاک ﷺ کی نیابت میں امام مہدی اور مثیلِ مسیح کا منصب عطا فرمایا گیا۔ یہ وہی زمانہ ہے جب آپؑ نے اسلام کی تائید ونصرت میں اپنے عظیم الشان قلمی جہاد کا آغاز کیا۔ کتاب براہینِ احمدیہ کی اشاعت نے عالمِ اسلام میں ایک نئی زندگی پیدا کر دی اور مسلمانوں کے پژمردہ چہروں پر رونقیں نظر آنے لگیں۔ آپؑ کی ان تالیفات کو تیرہ سو سال میں اسلام کی بہترین خدمت قرار دیا گیا۔ آپؑ اسلام دشمن طاقتوں کے خلاف اس شان سے نبرد آزما ہوئے کہ روحانی بصیرت رکھنے والوں نے اس گوہرِ آبدار کو خوب پہچان لیا۔ لدھیانہ کے مشہور صوفی حضرت حاجی احمد جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا۔ آپ مجددِ وقت، طالبانِ سلوک کے لئے آفتاب اور گمراہوں کے لئے خضرِ راہ اور منکرینِ اسلام کے لئے سیفِ قاطع اور حاسدوں کے لئے واسطے حجتِ بالغہ ہیں اور اس کے ساتھ ہی لوگوں کے ہاتھ بیعت کی غرض سے آپؑ کی طرف اٹھنے لگے لیکن آپ نے ایسی ہر درخواست کے جواب میں یہی فرمایا۔

اب تک خداوند کریم کی طرف سے کچھ علم نہیں اس لئے تکلف کی راہ میں قدم رکھنا جائز نہیں۔

وقت گزرتا گیا اور بالآخر وہ مبارک گھڑی آ گئی جب آپؑ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اِس بات کی اجازت عطا ہوئی کہ آپؑ لوگوں سے بیعت لیں۔ یکم دسمبر 1888ء کو آپ نے ایک اشتہار تبلیغ کے نام سے شائع فرمایا جس میں پہلی بار الہام الٰہی کے حوالہ سے اعلان فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے بیعت لینے کا ارشاد فرمایا ہے۔ آپؑ نے تحریر فرمایا کہ یہ ’’ربانی حکم ہے جو آج میں نے پہنچا دیا ہے۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات، جلد اول، صفحہ 188)

اس ابتدائی اعلان کے قریباً چالیس روز بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے 12 جنوری 1889ء کو تکمیلِ تبلیغ کے نام سے ایک اور اشتہار شائع فرمایا جس میں دس شرائط بیعت کا ذکر فرمایا۔ اشتہار کے آخر میں تحریر فرمایا کہ:

’’دعوتِ بیعت کا عام اشتہار دیا جاتا ہے اور متحملین شرائط متذکرہ بالا کو عام اجازت ہے کہ بعد ادائے استخارہ مسنونہ اس عاجز کے پاس بیعت کرنے کے لئے آویں۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات، جلد اول، صفحہ 192)

ان اشتہارات کی اشاعت کے بعد سیدنا حضرت مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام نے قادیان سے لدھیانہ کا سفر اختیار فرمایا۔ اور حضرت صوفی احمد جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان واقعہ محلّہ جدید میں قیام پذیر ہوئے ۔ لدھیانہ آنے کے چند روز بعد 4 مارچ 1889ء کو آپؑ نے ایک اور اشتہار بھی شائع فرمایا جس میں بیعت کی حقیقت، بیعت کے اغراض و مقاصد اور بیعت کے ذریعہ حاصل ہونے والی روحانی برکات کا تفصیل سے ذکر فرمایا۔ نیز فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ بیعت کو کیفیت وکمیت ہر لحاظ سے بڑی عظمت اور شوکت عطا فرمائے گا۔ آپؑ نے تحریر فرمایا کہ:

’’یہ گروہ اس کا ایک خالص گروہ ہوگا اور وہ انہیں آپ اپنی روح سے قوت دے گا اور انہیں گندی زیست سے صاف کرے گا اور اُن کی زندگی میں ایک پاک تبدیلی بخشے گا۔ وہ جیسا کہ اس نے اپنی پاک پیشن گوئیوں میں وعدہ فرمایا ہے ، اِس گروہ کو بہت بڑھائے گا اور ہزار ہا صادقین کو اِس میں داخل کرے گا۔ وہ خود اِس کی آبپاشی کرے گا اور اس کو نشو ونما دے گا یہاں تک کہ اِن کی کثرت اور برکت نظروں میں عجیب ہو جائے گی۔‘‘

(مجموعہ اشتہارات، جلد اول، صفحہ 198)

حضرت مسیح پاک علیہ السلام کی طرف سے اِن اشتہارات کی اشاعت نے مخلصین اور مومنین کے دل میں زندگی کی روح پھونک دی۔ یہ فدائی روحیں تو عرصہ سے اس سعادت کی منتظر تھیں ۔ امام الزمان علیہ السلام کی آواز سنتے ہی مخلصین لدھیانہ پہنچنے لگے۔ بیعت لینے کے لئے آپؑ نے حضرت منشی صوفی احمد جان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مکان کو پسند فرمایا۔ یہ وہی عارف باللہ اور پاک باطن صوفی بزرگ ہیں جو آپؑ کے قدیم عشاق میں سے تھے اور اس بات کے خواہش

مند تھے کہ آپؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کی سعادت پائیں۔آپؑ ہی نے حضرت مسیح پاک کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا تھا۔

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

اُس وقت تو مسیح پاک علیہ السلام نے آپؑ کو یہی جواب دیا کہ میں ابھی بیعت لینے کے لئے مامور نہیں کیا گیا۔مگر آہ! کہ جب یہ وقت آیا تو آپؒ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے لیکن مسیح پاک علیہ السلام کی قدر شناسی اور ذرہ نوازی دیکھیے کہ آپؑ نے بیعتِ اولیٰ کے لئے جس جگہ کا انتخاب فرمایا وہ اسی عاشقِ صادق کا مکان تھا جو تاریخ احمدیت میں دارالبیعت کے نام سے موسوم ہوا۔اور مزید یہ کہ 313 بیعت کرنے والوں کی فہرست جب اپنی کتاب ضمیمہ انجامِ آتھم میں شائع فرمائی تو 99ویں نمبر پر اس عاشقِ صادق کا نام بھی شامل فرمایا کہ یہ پاک انسان تو برسوں قبل ہی آپؑ کے مبائعین کے زمرہ میں داخل ہو چکا تھا۔

بالآخر 23 مارچ 1889ء کا دن آ گیا جو اسلام کی تاریخ میں ایک سنہری دن ہے۔یہی وہ مبارک دن ہے جس روز دورِ آخرین میں احیائے اسلام کی آسمانی تحریک کا دنیا میں باقاعدہ آغاز ہوا اور حقیقی اسلام کی علمبردار جماعت، جماعت احمدیہ کا سنگِ بنیاد رکھا گیا۔اس روز جماعت کی تاریخ میں پہلی بار، اللہ تعالیٰ کے ارشاد کی تعمیل میں، سنتِ نبویؐ کی پیروی کرتے ہوئے، امام الزمان سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا دستِ مبارک مبائعین کے ہاتھوں کے اوپر رکھتے ہوئے اُن سے بیعت لی۔یہ بیعت اولیٰ کہلاتی ہے۔اس روز سے بیعت کا یہ طریق جماعتِ احمدیہ میں جاری وساری ہے۔ابتدا میں بیعت کی تقریب میں چند افراد شامل ہوا کرتے تھے اور تقریب بھی مقامی نوعیت کی ہوتی تھی۔اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ایم ٹی اے کی برکت سے یہ ایک عالمگیر تقریب بن چکی ہے۔جس میں ہر سال لاکھوں افراد خلیفۂ وقت کے دستِ مبارک پر بیعت کر کے سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہوتے ہیں۔

23 مارچ 1889ء بمطابق 20 رجب 1310 ہجری ہفتے کا دن تھا۔حضرت مسیح پاک علیہ السلام مکان کے اس حجرہ میں تشریف لائے جو مکان کے شمال مشرقی کونہ میں ہے۔اُس وقت اُس کی حالت ایک خستہ حال کچی کوٹھڑی کی تھی۔حضرت مسیح پاک علیہ السلام کمرہ کے جنوب مشرقی کونے میں نیچے بیٹھ گئے اور انتہائی سادگی کے ساتھ بیعت کی تقریب کا آغاز ہوا۔کمرے کے دروازہ پر حضرت شیخ حامد علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو مقرر فرمایا اور ہدایت دی کہ جسے میں کہتا جاؤں اسے کمرہ میں بلاتے جاؤ۔سب سے پہلے جس خوش نصیب کو آپؑ نے بیعت کے لئے طلب فرمایا وہ آپؑ کے فدائی اور سرتاپا عاشق، حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔حضرت اقدسؑ نے حضرت مولوی صاحبؓ کا ہاتھ کلائی پر سے زور کے ساتھ پکڑا اور بڑی لمبی بیعت لی۔بیعت کے الفاظ یہ تھے۔

’’آج میں احمد کے ہاتھ پر اپنے تمام گناہوں اور خراب عادتوں سے توبہ کرتا ہوں جن میں میں مبتلا تھا اور سچے دل اور پکے ارادہ سے عہد کرتا ہوں کہ جہاں تک میری طاقت اور سمجھ ہے اپنی عمر کے آخری دن تک تمام گناہوں سے بچتا رہوں گا اور دین کو دنیا کے آراموں اور نفس کی لذات پر مقدم رکھوں گا اور 12 جنوری کی دس شرطوں پر حتی الوسع کاربند رہوں گا اور اب بھی اپنے گزشتہ گناہوں کی خدا تعالیٰ سے معافی چاہتا ہوں۔

اَستغفِرُ اللّٰہ رَبّی
اَستغفِرُ اللّٰہ رَبّی
اَستغفِرُ اللّٰہ رَبّی مِن کُلِ ذَنب وَ اَتوبُ اِلَیہ
اَشھَدُ اَن لا اِلٰہَ اِلا اللّٰہُ وَ حدَہ لا شَریکَ لَہ وَ اَشھَدُ اَنّ مُحَمّداً عَبدُہ وَ رَسولُہ
رَبِ اِنِی ظَلَمتُ نَفسِی وَاعتَرَفتُ بِذَنبِی فَاغفِرلِی ذُنبِی۔ فَاِنہ لا یَغفِرِ الذُنُوبَ اِلا اَنتَ۔

(سیرت المہدی، جلد اول، روایت نمبر 98، صفحہ 70-71)

پانچ احباب کو نام بنام بلانے اور ان سے بیعت لینے کے بعد حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے حضرت شیخ حامد علی سے فرمایا کہ اب آپؓ خود ہی ایک ایک آدمی کو اندر داخل کرتے جائیں۔اس طرح سب سے فرداً فرداً بیعت کا سلسلہ جاری رہا۔اس روز چالیس خوش نصیبوں نے آپؑ کے دستِ مبارک پر بیعت کرنے کا شرف حاصل کیا۔

حضرت مسیح پاک کے ارشاد پر اس موقع پر ایک خصوصی رجسٹر تیار کیا گیا جس پر یہ عنوان لکھا گیا۔

بیعت توبہ برائے حصولِ تقویٰ وطہارت

اس میں سب مبائعین کے نام، ولدیت اور سکونت وغیرہ کا اندراج کیا گیا۔بعض ابتدائی نام حضرت اقدسؑ نے خود اپنے دستِ مبارک سے تحریر فرمائے اور باقی نام مختلف اوقات میں دیگر احباب نے درج کئے۔حضرت منشی ظفر احمد آف کپورتھلہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے روز بیعت کی توفیق پائی۔وہ اُس بیعت کی کیفیت یوں بیان کرتے ہیں کہ:

’’حضور تنہائی میں بیعت لیتے تھے اور کواڑ بھی قدرے بند ہوتے تھے۔بیعت کرتے وقت جسم پر ایک لرزہ اور رقت طاری ہو جاتی تھی اور بیعت کے بعد دعا بہت لمبی فرماتے تھے۔‘‘

(ریویو آف ریلیجنز اردو۔جنوری 1942ء، صفحہ 13)

مردوں سے بیعت لینے کے بعد حضرت اقدسؑ گھر میں واپس تشریف لائے اور بعض عورتوں سے بھی بیعت لی۔سب سے پہلے بیعت کرنے کی سعادت حضرت صغریٰ بیگم رضی اللہ عنہا نے پائی جو حضرت مولانا نور الدین رضی اللہ عنہ کی اہلیہ اور حضرت صوفی احمد جان رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی تھیں۔بیعت کی تقریب کے بعد جملہ حاضر احباب نے حضرت اقدسؑ کے دسترخوان پر کھانا کھایا اور بعد ازاں نماز ادا کی گئی۔

یہ ہے بہت مختصر اور اجمالی ذکر اس عظیم الشان اور یادگار دن کا جب جماعت احمدیہ کی باقاعدہ بنیاد رکھی گئی۔یہ دراصل ابتدا تھی ایک عظیم الشان روحانی، عالمگیر انقلاب کی جو ازل سے اللہ تعالیٰ کی غالب تقدیر کا ایک حصہ ہے۔اللہ تعالیٰ کی یہ ازلی تقدیر دن بدن روشن تر اور کل دنیا پر محیط ہوتی جا رہی ہے۔اللہ تعالیٰ نے حضرت خاتم الانبیا محمد مصطفیٰ ﷺ کے غلام اور عاشقِ صادق، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کی ترقی، عظمت، شوکت اور عالمگیر غلبہ کے متعلق جو جو بشارتیں عطا فرمائیں وہ ایک ایک کر کے پوری ہو رہی ہیں اور مومنین کے دلوں کو یقینِ محکم عطا کر رہی ہیں کہ احمدیت کے ذریعہ غلبہ اسلام کی تقدیر ضرور پوری ہو کر رہے گی اور دنیا کی کوئی طاقت بلکہ دنیا کی ساری طاقتیں مل کر بھی اس خدائی تقدیر کا راستہ ہرگز نہیں روک سکتیں۔

جس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اذنِ الٰہی سے سلسلہ عالیہ احمدیہ کی بنیاد رکھی اُس زمانہ میں ابتدا میں آپؑ بالکل اکیلے تھے۔کوئی دنیاوی مددگار اور ہمنوا نہ تھا۔ہاں زمین وآسمان کا خالق، قادر وتوانا خدا، جس نے آپؑ کو بھیجا تھا، وہ آپؑ کے ساتھ تھا۔آپؑ نے فرمایا۔

’’میرے پر ایسی رات کوئی کم گزرتی ہے جس میں مجھے یہ تسلی نہیں دی جاتی کہ میں تیرے ساتھ ہوں اور میری آسمانی فوجیں تیرے ساتھ ہیں۔‘‘

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔روحانی خزائن، جلد 17، صفحہ 49)

پھر اسی علام الغیوب خدا سے خبر پا کر آپؑ نے اعلان فرمایا:

’’خدا تعالیٰ نے مجھے بار بار خبر دی ہے کہ وہ مجھے بہت عظمت

دے گا اور میری محبت دلوں میں بٹھائے گا اور میرے سلسلہ کو تمام زمین میں پھیلائے گا اور سب فرقوں پر میرے فرقہ کو غالب کرے گا اور میرے فرقہ کے لوگ اس قدر علم اور معرفت میں کمال حاصل کریں گے کہ اپنی سچائی کے نور اور اپنے دلائل اور نشانوں کے رو سے سب کا منہ بند کر دیں گے اور ہر ایک قوم اس چشمہ سے پانی پیئے گی اور یہ سلسلہ زور سے بڑھے گا اور پھولے گا یہاں تک کہ زمین پر محیط ہو جاوے گا۔ ... خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے برکت پر برکت دوں گا یہاں تک کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔"

(تجلیاتِ الٰہیہ، روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 409)

پھر آپؑ نے بڑے جلال اور تحدی سے، الٰہی وعدوں اور خدائی نصرتوں پر کامل یقین رکھتے ہوئے علی الاعلان فرمایا۔

"دیکھو وہ زمانہ چلا آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ خدا اِس سِلسلہ کی دنیا میں بڑی قبولیت پھیلائے گا اور یہ سِلسلہ مشرق اور مغرب اور شمال اور جنوب میں پھیلے گا اور دنیا میں اسلام سے مراد یہی سلسلہ ہو گا۔ یہ باتیں انسان کی باتیں نہیں یہ اس خدا کی وحی ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔"

(تحفہ گولڑویہ۔ روحانی خزائن، جلد 17 صفحہ 182)

یہ ساری بشارتیں جن کا مرکزی نقطہ تائید و نصرت الٰہی ہے، بڑی شان سے دن رات پوری ہو رہی ہیں۔ ہر آنے والا دن احمدیت کی روز افزوں ترقی کا آئینہ دار ہے۔ اسلام کے عالمگیر غلبہ کے آثار روشن سے روشن تر ہوتے جا رہے ہیں۔ فتح اسلام کا ایک دلربا نقشہ ہماری نظروں کے سامنے روز بروز کھلتا چلا جا رہا ہے۔

کاروانِ احمدیت جس کا آغاز چالیس افراد سے ہوا، آج اس کی تعداد کروڑ ہا کروڑ تک جا پہنچی ہے اور ہر سال لاکھوں کی تعداد میں بڑھ رہی ہے۔ دنیا کا کوئی معروف ملک نہیں جہاں یہ شجر احمدیت نہ لگ چکا ہو۔ شجرۂ طیبہ کی طرح اس کی جڑیں اکنافِ عالم میں خوب مضبوطی سے پیوست ہیں جب کہ اِس کی شاخیں شش جہات میں سایہ فگن ہیں۔ ہر قوم اِس چشمہ سے پانی پی رہی ہے اور رنگ و نسل کی تمیز سے بے نیاز، شجرِ احمدیت کی گھنی چھاؤں تلے شانہ بہ شانہ خدمتِ اسلام میں مصروف ہیں۔ ساری دنیا میں قرآنِ مجید اور اسلامی لٹریچر کی اشاعت میں جماعت احمدیہ ایک امتیازی مقام رکھتی ہے۔ تعلیمی اور طبی خدمت کے میدانوں میں بے لوث خدمتِ انسانیت کرنے والی اس جماعت کی خدمت کا برملا اعتراف کیا جاتا ہے۔ اکنافِ عالم میں ہزاروں مساجد کی تعمیر کا اعزاز اس جماعت کو حاصل ہے۔ مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ انٹرنیشنل کے ذریعہ دنیا کے کونہ کونہ میں اسلام کا پیغام پہنچانے کی خوش بختی اور سعادت اس جماعت کو حاصل ہے۔ اس طرح یہ بشارتِ الٰہی کہ میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا دن رات پورا ہو رہا ہے۔ مسیح پاک علیہ السلام کے کپڑوں سے بادشاہوں کے برکت پانے کا نشان بارہا پورا ہو چکا ہے۔ گیمبیا، نائیجیریا اور بینن کے متعدد بادشاہ اور حکمران اس سعادت کو حاصل کر چکے ہیں۔ علم و معرفت میں کمال حاصل کرنے کے میدان میں حضرت چوہدری محمد ظفر اللہ خان، پروفیسر ڈاکٹر عبدالسلام اور صاحبزادہ مرزا مظفر احمد کی امتیازی خدمات اپنی مثال آپ ہیں۔

تائید و نصرتِ الٰہی کے نشانوں کا کوئی شمار نہیں۔ حق یہ ہے کہ ہر دن احمدیت کی ترقی کا پیغام لے کر طلوع ہوتا ہے اور عالم احمدیت پر سورج کبھی غروب نہیں ہوتا۔ حضرت مسیح پاک علیہ السلام نے کس تحدی اور جلال کے ساتھ فرمایا ہے۔

"اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا۔ وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا۔ اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہو گا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں۔ سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔"

(تذکرۃ الشہادتین۔ روحانی خزائن، جلد 20، صفحہ 66-67)

ایک نصیحت

سر کو جھکاؤ حضرتِ ربّ ودود میں
پیدا کرو خلوص قیام و سجود میں
جائے گا ایک دن وہ عدم کو وجود سے
آیا تھا ایک جو عدم سے وجود میں

(ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب شہید)

ایک اسیرِ راہِ مولا چل بسا!

مکرم مبارک احمد ظفر صاحب، لندن

تھا نعیم الدین رانا صدق کا کوہِ گراں
زندگی بھرپور پاکر چل دیا اگلے جہاں

مارنا چاہا تھا جس کو وقت کے فرعون نے
تھا مگر اُس پہ خدا کا سایۂ حفظ و اماں

وہ نگاہوں میں خدا کی تھا چنیدہ اور عزیز
جو خلافت کی صداقت کا بنا روشن نشاں

زندہ و تابندہ ہوگا نام اس کا تا ابد
یاد رکھے گی اُسے تاریخِ عالم ہر زماں

آلِ احمد کے وفاداروں میں تھا اُس کا وجود
عہد و پیماں کا بسایا پانچ پشتوں سے جہاں

اُس نے ہر مرکز میں پایا خدمتِ دیں کا شرف
ارضِ ربوہ ہو کہ ہو برطانیہ یا قادیاں

وہ اسیری میں بھی تھا اِک پیکرِ صبر و وقار
لڑکھڑایا نہ کہیں بھی وہ جوان ہمت جواں

وہ سراپۂ محبت اور خدمت تھا بہت
رشک کے قابل ہے اُس کی زندگی کی داستاں

سایۂ رحمت ملے اور قرب تیرا ہو نصیب
اُس کے حق میں ہے دعا میری خدائے مہرباں

تھے ظفرؔ اوصاف اُس کی ذات میں پنہاں بہت
رازدانِ صد امانت عزتوں کا پاسباں

بہت ہو چکی اے زمانے کے مالک، بس اب اپنے لطف و کرم کی نظر کر

کلام صاحبزادی امۃ القدوس بیگم سلمہا اللہ تعالیٰ

بہت ہو چکی اے زمانے کے مالک، بس اب اپنے لطف و کرم کی نظر کر
ترے عرش کو جو ہلا دے الٰہی، دعاؤں میں اب تو وہ پیدا اثر کر
ہمیں اپنی رحمت کے سائے میں لے لے، ہمارے گناہوں سے تو درگزر کر
بہت ہو چکی اے زمانے کے مالک، بس اب اپنے لطف و کرم کی نظر کر

نہیں آسرا کوئی تیرے سوا بس، تجھی پہ جمی ہیں ہماری نگاہیں
بجز تیرے در کے کہیں میرے مولا، کسی کو بھی ملتی نہیں ہیں پناہیں
کرم کر الٰہی تو اب تو کرم کر، کہ اشکوں سے تر ہوگئیں سجدہ گاہیں
بہت ہو چکی اے زمانے کے مالک، بس اب اپنے لطف و کرم کی نظر کر

الٰہی دعاؤں کی توفیق دے دے، کہ سجدوں میں یہ گڑگڑانے کے دن ہیں
ہمارے قدم ڈگمگانے نہ پائیں، یہ ایمان کے آزمانے کے دن ہیں
خداوند بندے خدا بن گئے ہیں، یہی تیری قدرت دکھانے کے دن ہیں
بہت ہو چکی اے زمانے کے مالک، بس اب اپنے لطف و کرم کی نظر کر

جو تُو نے اتارا تھا اس دین سے اب، جدا اک نرالا نصاب آ گیا ہے
عمل جو بھی احکام پہ کر رہا ہے، وہی شخص زیرِ عتاب آ گیا ہے
ترے نام پر ہو رہی ہیں وہ باتیں، کہ انسانیت کو حجاب آ گیا ہے
بہت ہو چکی اے زمانے کے مالک، بس اب اپنے لطف و کرم کی نظر کر

الاؤ دہکتے ہیں نفرت کے ایسے، خلوص و محبت کے گھر جل رہے ہیں
وہ احساسِ تقدیسِ مذہب ہے جاگا، مساجد کے دیوار و در جل رہے ہیں
زبانوں سے شعلے نکلتے ہیں ایسے، شرافت کے قلب و جگر جل رہے ہیں
بہت ہو چکی اے زمانے کے مالک، بس اب اپنے لطف و کرم کی نظر کر

یہی التجا تجھ سے ہے میرے مولا، کہیں کوئی انسان ٹھوکر نہ کھائے
مصائب کی ان یورشوں میں بھٹک کر کہیں کوئی نادان ٹھوکر نہ کھائے
کسی کے قدم ڈگمگانے نہ پائیں، کسی کا بھی ایمان ٹھوکر نہ کھائے
بہت ہو چکی اے زمانے کے مالک، بس اب اپنے لطف و کرم کی نظر کر

یہ ناموسِ اسلام کے پاسباں، جو سمجھتے ہیں خود کو یہودی چلن ہیں
یہ اسلام کے نام سے کھیلتے ہیں، پراگندہ فطرت دریدہ دہن ہیں
نہیں ان کو اسلاف سے کوئی نسبت کہ وہ بت شکن تھے یہ مسجد شکن ہیں
بہت ہو چکی اے زمانے کے مالک، بس اب اپنے لطف و کرم کی نظر کر

خواجہ حسن نظامی کا ایک تاریخی بیان

بھارت کے ایجنٹ اور ہندوؤں کے تنخواہ دار

THE DAILY "AZAD" LAHORE

روزنامہ آزاد لاہور

ٹیلیفون

سرروزہ اڈیشن

جلد ... ۲۸ جون ۱۹۵۰ء مطابق ۱۱ رمضان ۱۳۶۹ھ نمبر ۱۴۹

... اور مباحثہ میں فیصلہ کن مناظرہ کر لیے ہیں میں نے سینکڑوں نہیں ہزاروں مسلمانوں کو مرتد ہونے سے بچایا ہے۔

بھارت سے عارضی پرمٹ پر آئے ہوئے نظامی صاحب نے اپنی تقریر کا رخ استحکام پاکستان کی طرف موڑتے ہوئے فرمایا۔ مسلمانوں میں اتحاد کی سخت ضرورت ہے۔ اس وقت مسلمانوں کے فرقوں شیعہ سنی حنفی وہابی مقلد غیر مقلد۔ دیوبندی بریلوی قادیانی غیر قادیانی کا اتحاد پاکستان کے استحکام کے سخت خلاف ہے۔ اور جو لوگ اس وقت مسلمان فرقوں اور خصوصاً قادیانیوں کے خلاف تقریریں کرتے پھرتے ہیں وہ بھارت کے ایجنٹ اور ہندوؤں کے تنخواہ دار ہیں۔

حضرت نظامی صاحب کی تقریر ابھی اسی مرحلے تک پہنچی تھی کہ حاضرین میں اک ہنگامہ بپا

پاکستان کے صحافی صابر شاکر اور چوہدری غلام حسین سے

74 کی کارروائی کے متعلق چند اہم سوال

مکرم ڈاکٹر صاحبزادہ مرزا سلطان احمد صاحب

مورخہ 18 مئی 2020ء کو اے آر وائی نیوز چینیل (ARY News) پر رپورٹر نام کا پروگرام نشر ہوا۔ اس میں حسب سابق مکرم صابر شاکر صاحب بطور میزبان اور چوہدری غلام حسین صاحب بطور مہمان شریک ہوئے۔ پہلے بھی اس پروگرام میں دو مرتبہ جماعت احمدیہ کو موضوع بنایا گیا تھا۔ ان پروگراموں کے چند نکات پیش خدمت ہیں:

1۔ 30 اپریل 2020ء کو صابر شاکر صاحب نے یوٹیوب کے اپنے چینل پر اور اے آر وائی چینل کے اسی پروگرام میں جماعت احمدیہ پر کچھ اعتراضات اٹھائے تھے۔ اُن میں سے پہلا اعتراض یہ تھا کہ احمدیوں کو آئین پاکستان میں غیر مسلم قرار دیا گیا ہے لیکن وہ یہ زیادتی کر رہے ہیں کہ اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہیں کر رہے۔ ظاہر ہے کہ یہ پاکستانی احمدیوں کا ذکر تھا ورنہ جو احمدی پاکستان کے شہری نہیں ہیں اُن پر تو پاکستان کے آئین کا اطلاق نہیں ہوتا۔

اور دوسرا اعتراض جو اُن دونوں حضرات نے اٹھایا وہ یہ تھا کہ جب 1974ء کی کارروائی کے دوران حضرت امام جماعت احمدیہ سے یہ سوال کیا گیا کہ آپ دوسرے فرقوں کو کیا سمجھتے ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ ہم تو انہیں غیر مسلم سمجھتے ہیں۔ اور یہ دعویٰ بھی کیا کہ یہ جواب ریکارڈ کا حصہ ہے۔

یہ سن کر خاکسار نے خود اس کارروائی کا جائزہ لیا تو حضرت امام جماعت احمدیہ کا یہ جواب سامنے آیا:

’’جو شخص حضرت مرزا غلام احمد کو نبی نہیں مانتا لیکن وہ نبی اکرم ﷺ حضرت خاتم الانبیاء کی طرف خود کو منسوب کرتا ہے اس کو کوئی شخص غیر مسلم کہہ ہی نہیں سکتا۔‘‘

یحییٰ بختیار صاحب نے یہ سوال دہرایا تو امام جماعتِ احمدیہ نے پھر یہ جواب دیا:

’’میں تو یہ کہہ رہا ہوں Categorically ہر شخص جو محمد ﷺ کی طرف خود کو منسوب کرتا ہے وہ مسلمان ہے اور کسی دوسرے کو اُس کا حق نہیں ہے کہ اس کو غیر مسلم قرار دے۔‘‘

(کارروائی سپیشل کمیٹی 1974ء، صفحہ 406)

اس کے علاوہ اس کارروائی کے صفحہ 44 اور 45 اور 240 پر حضرت امام جماعت احمدیہ کے ایسے جوابات موجود ہیں جو کہ صابر شاکر صاحب اور چوہدری غلام حسین صاحب کے دعووں کی تردید کر رہے تھے۔ یہ حقائق الفضل انٹرنیشنل لندن پر شائع کرنے کے علاوہ ملک کی ایک معروف سائٹ پر بھی شائع کر دیئے گئے۔ اور ان دونوں حضرات کی خدمت میں اس درخواست کے ساتھ بھجوا دیئے گئے کہ کیا یہ حوالے درست ہیں یا نہیں؟ لیکن ان دونوں حضرات کی طرف سے کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔

2۔ 14 مئی 2020ء کے پروگرام میں مکرم صابر شاکر صاحب نے خود ہی اپنے گذشتہ بیان کی تردید کر دی۔ پہلے تو وہ کہہ رہے تھے کہ پاکستان کے احمدی اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہیں۔ اس پروگرام میں انہوں نے فرمایا کہ جماعت احمدیہ کا جو پاکستان کا چیپٹر ہے قادیانیوں کا وہ اب یہ ماننے کے لئے تیار ہے۔ ٹھیک ہے ہم اپنے آپ کو اقلیت مانتے ہیں اور ہم سسٹم کا حصہ بنتے ہیں کیونکہ ہمیں اور تو کوئی تکلیف ہے نہیں پاکستان میں ہمیں تمام حقوق حاصل ہیں۔ مذہبی آزادی ہمیں حاصل ہے لیکن اُن کو جو لنڈن ہیڈ کوارٹر ہے اُن کا وہ ابھی تک یہ ماننے کے لئے تیار نہیں اور انہیں اُس کی اجازت نہیں دے رہا۔ لیکن قادیانیوں کا پاکستان کا چیپٹر یہ کہہ رہا ہے کہ آپ تو لنڈن میں اور یورپ میں مزے لوٹ رہے ہیں اور آپ کو یہاں کے مسائل کا ادراک نہیں۔ اس لئے ہم تو سسٹم کا حصہ بننے جا رہے ہیں۔

3۔ اگر صابر شاکر صاحب کا بیان درست تھا تو یہ ہونا چاہئے تھا کہ کم از کم پاکستان کے احمدی اُن کے بیان کی تصدیق کرتے۔ بلکہ ہونا تو یہ چاہئے تھا کہ پاکستان کے احمدی انہیں اپنا نجات دہندہ سمجھتے اور داد و تحسین اور شکریہ کے پیغامات بھجواتے کیونکہ اگر صابر شاکر صاحب کا بیان صحیح ہے تو پھر وہ پہلے شخص ہیں جنہوں نے ان کے خیالات کو دنیا کے سامنے پیش کیا ہے۔ لیکن جب 18 مئی کا پروگرام شروع ہوا تو صابر شاکر صاحب نے ایک طویل شکوہ کیا کہ میرے اس پروگرام کے بعد کئی احمدیوں نے تو انکسار سے میرے بیان کی تردید کی لیکن کئی احمدیوں کی طرف سے ملنے والے پیغامات میں اور سوشل میڈیا پر ایک نہ ختم ہونے والا دشنام طرازیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا ہے۔ اور انہوں نے یہ دعویٰ بھی کیا کہ مجھے اور چوہدری صاحب کو تو دھمکیاں بھی دی گئی ہیں۔

خاکسار یہ سمجھنے سے قاصر ہے کہ اُن کے مطابق چار روز قبل تو پاکستان کے احمدی اپنے آپ کو اقلیت ماننے کے لئے نہایت بیتاب تھے بلکہ وہ صابر شاکر صاحب کے ہر مشورے کو مان کر لنڈن چیپٹر سے بغاوت کر چکے تھے۔ لیکن خود صابر شاکر صاحب نے ایک پیغام کا بھی ذکر نہیں کیا جو اُن کے بیان کی تصدیق کے لئے انہیں ملا ہو۔ وہ اور چوہدری غلام حسین صاحب بار بار اقرار کرتے رہے کہ اُن کے بیان کی تردید میں آنے والے پیغامات کا سیلاب آ گیا ہے۔ گویا ایک بار پھر عملی طور پر صابر شاکر صاحب اپنے گذشتہ بیان کی تردید خود کر رہے تھے۔

جہاں تک نامناسب الفاظ کے استعمال کا تعلق ہے تو ہم کوئی ثبوت مانگے بغیر یہ اصولی بات بیان کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ جس کسی نے بھی کسی کے لئے بھی نامناسب الفاظ استعمال کئے ہیں، تو یہ فعل قابلِ مذمت ہے۔ اگر کسی نے صابر شاکر صاحب یا چوہدری غلام حسین صاحب کی شان میں نامناسب الفاظ استعمال کئے ہیں تو غلط کیا ہے اور ہم اس کی مذمت کرتے ہیں۔ لیکن اس چیز کو بڑی آسانی سے سوشل میڈیا پر چیک کیا جا سکتا ہے۔ صابر شاکر صاحب یا کوئی اور صاحب چاہیں تو اسے چیک کر سکتے ہیں۔ اپنے ٹویٹر اکاؤنٹ کو کھولیں اور سرچ میں لفظ قادیانی ڈال کر سرچ کریں تو وہاں پر جماعت احمدیہ کے خلاف نامناسب الفاظ کا ایک طوفان آیا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ جماعت احمدیہ کی مقدس شخصیات کے کارٹون بنا کر بھی آویزاں کئے گئے ہیں۔ یقینی طور پر صابر شاکر صاحب نے یہ چیزیں چیک کر کے پروگرام کیا ہو گا لیکن انہوں نے اپنے پروگرام میں اس کی کوئی مذمت نہیں کی۔

شاید یہ کہا جائے کہ ٹویٹر پر اور سوشل میڈیا پر تو ہر قسم کا مواد آ رہا ہوتا ہے۔ تو حال ہی میں قومی اخبارات میں شائع ہونے والے چند بیانات ملاحظہ فرمائیں۔ قادیانیت کورونا وائرس سے بھی بڑا وائرس ہے۔ (مشرق 2 مئی 2020ء) قادیانیوں کی اقلیتی کمیشن میں شمولیت آئین پاکستان سے غداری ہو گی۔ (بریں 5 مئی 2020ء)

قادیانیت ملک کے لئے سانپ سے زیادہ خطرناک ہیں: اتحاد العلمائے پاکستان(مشرق 3 مئی 2020ء)فتنہ قادیانیت ملک کے لئے کالے ناگ سے بھی خطرناک(اوصاف 5 مئی 2020ء)قادیانی وائرس کرونا سے زیادہ خطرناک(روزنامہ 92نیوز فیصل آباد 2مارچ 2020ء)۔ہمارا سوال یہ ہے کہ کیا یہ نفرت انگیزی نہیں ہے؟ کتنے اخبارات اورمیڈیا چینلز نے اس رویہ کو غلط قرار دیا ہے؟ کیا خود صابر شاکر صاحب نے اس قسم کے بیانات کی مذمت کی ہے؟

اگرہم یہ مان بھی لیں کہ صابر شاکر صاحب اس بات سے بے خبر تھے تو خود اسی پروگرام میں چوہدری غلام حسین صاحب نے احمدیوں کے بارہ میں بار بار ناشائستہ زبان استعمال کی۔لیکن صابر شاکر صاحب نے انہیں روکنے کی کوشش نہیں کی۔حالانکہ پروگرام کے میزبان کی حیثیت سے یہ ان کا فرض تھا۔چوہدری غلام حسین صاحب نے احمدیوں کے متعلق اسی پروگرام میں فرمایا:

لیکن ایک گل ہے صابر شاکر صاحب اج کل اے ٹوٹے چھتر دی طرح ودھ رہے ہیں کی وجہ ہے؟

شاید گلی کے کسی آوارہ لڑکے کے منہ سے یہ بات سن کر تو نظر انداز کردیا جائے لیکن یہ فیصلہ میں صابر شاکر صاحب پر چھوڑتا ہوں کہ کیا ایک چینل پر جس کی نشریات پورے ملک میں نشر ہو رہی ہوں، یہ الفاظ استعمال کرنا مناسب ہے؟

لیکن ہمیں خوشی ہے کہ صابر شاکر صاحب کے علمی تبادلہ خیالات کے لئے ایک مناسب طریق کی نشاندہی کی ہے۔انہوں نے فرمایا ہے کہ احمدیوں کو غیر مسلم قرار دینے سے قبل پوری بحث ہوئی تھی اور احمدیوں کو اپنا موقف پیش کرنے کا پورا موقع دیا گیا تھا۔احمدیوں کو چاہئے کہ وہ خود اُس کا مطالعہ کریں۔یقینی طور پر صابر شاکر صاحب اور چوہدری صاحب خود اُس کارروائی کو پڑھ چکے ہوں گے۔بلکہ میں تو اِس بات کا اضافہ کروں گا کہ تمام ایسے احباب جو کہ احمدیوں کے عقائد میں دلچسپی رکھتے ہیں انہیں یہ کارروائی پڑھنی چاہئے اور سب سے پہلے اس میں جماعت احمدیہ کا موقف پڑھنا چاہئے۔کیونکہ وہ سب سے پہلے پیش ہوا تھا۔اور اگر یہ موقف کمزور ہوگا تو پڑھنے والوں کو خودبخود اس کا علم ہوجائے گا۔

اس عاجز نے یہ کارروائی پہلے بھی پڑھی تھی اور اُن کے اس پروگرام کے بعد دوبارہ اس کو دیکھنا شروع کیا ہے۔لیکن جب اُسے پڑھنا شروع کیا تو فوری طور پر کچھ ایسے سوالات اور الجھنیں ایسی پیدا ہوگئیں جن کو دُور کرنا ضروری ہے۔چنانچہ بڑے احترام سے صابر شاکر صاحب کی خدمت میں یہ سوالات پیش کئے جاتے ہیں۔

1۔ صابر شاکر صاحب کے ارشاد پر ہم نے قومی اسمبلی کی شائع کردہ کارروائی دوبارہ دیکھنی شروع کی تا کہ یہ جائزہ لے سکیں کہ اس موقع پر جماعت احمدیہ نے کیا موقف پیش کیا؟ اور ممبران اسمبلی نے کیا موقف پیش کیا؟ جماعت احمدیہ کا موقف ایک محضر نامہ کی صورت میں 22 اور 23 جولائی 1974ء کو قومی اسمبلی کی سپیشل کمیٹی میں پڑھا گیا تھا۔(ملاحظہ کریں نوائے وقت 24 جولائی 1974ء)

یہ کارروائی

Proceedings of the special committee of the whole house held in camera to consider the Qadiani issue-Official Report

کے نام سے شائع ہوئی ہے اور انٹرنیٹ پر موجود ہے۔اور یقینی طور پر صابر شاکر صاحب اور چوہدری غلام حسین صاحب نے تو پڑھی ہو گی۔لیکن یہ کیا؟ یہ شائع کردہ کارروائی تو 5اگست 1974ء سے شروع ہو رہی ہے۔جب سوال و جواب شروع ہوئے تھے۔اس میں تو جماعت احمدیہ کا موقف شامل ہی نہیں کیا گیا۔حالانکہ کارروائی میں بار بار اس محضرنامہ کا ذکر آتا ہے۔صابر شاکر صاحب کی خدمت میں سوال ہے کہ اگر تو جماعت احمدیہ کا موقف کمزور اور بودا تھا تو مخالفین کو تو اسے اصرار کر کے شائع کرنا چاہئے تھا تا کہ پوری دنیا دیکھے۔اس بات پر روشنی ڈالیں کہ کیا یہ انصاف کے مطابق ہے کہ تحریف کر کے جماعت احمدیہ کا موقف غائب ہی کر دیا گیا۔آپ فرما رہے ہیں کہ یہ کارروائی پڑھ کر خود فیصلہ کرو۔

صابر شاکر صاحب سے سوال ہے کہ جب کوئی پڑھنے والا پڑھے گا تو یہ فیصلہ کس طرح کرے گا کہ کس کا موقف درست ہے؟ جماعت احمدیہ کا موقف تو اس میں شامل ہی نہیں۔

2۔ جیسا کہ کارروائی کے اندر بھی ذکر آتا ہے کہ جماعت احمدیہ نے محضرنامے کے ساتھ کچھ ضمیمے بھی جمع کرائے تھے۔لیکن اُن کو بھی اِس کارروائی میں شامل نہیں کیا گیا۔حالانکہ اس میں جماعت احمدیہ کے موقف کے بارہ میں بہت سے بنیادی ثبوت شامل تھے۔لیکن جماعت احمدیہ کے مخالفین کی طرف سے عدالتوں کے جو فیصلے بطور ضمیمہ جات جمع کرائے تھے وہ اس میں شائع کئے گئے ہیں۔یعنی تحریف کر کے جماعت احمدیہ کا موقف غائب کردیا گیا۔

صابر شاکر صاحب سے سوال ہے کہ کیا یہ انصاف کے تقاضوں کے مطابق ہے؟

3۔ اب اس نامکمل حصہ کی طرف آتے ہیں جو شائع کیا گیا ہے۔صفحہ نمبر 1 سے صفحہ نمبر 1508 تک اِن دنوں کی کارروائی شائع ہوئی ہے جب اس سپیشل کمیٹی میں جماعت احمدیہ کا وفد موجود تھا اور اس وفد سے سوال وجواب کئے گئے۔قومی اسمبلی نے اس سپیشل کمیٹی کے سپرد یہ کام کیا تھا کہ یہ طے کرے کہ جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتا، اسلام میں اس کی کیا حیثیت ہے؟ اور عقل کی رو سے اس کارروائی کا موضوع یہی ہونا چاہئے تھا۔اور اسمبلی کے قوانین کی رو سے یہ سپیشل کمیٹی اس موضوع پر کارروائی کرنے کی پابند تھی۔لیکن جب ہم نے اُن پندرہ سو صفحات کا جائزہ لیا تو یہ ناقابل یقین حقیقت سامنے آئی کہ جب جماعت احمدیہ نے اس موضوع پر اپنے دلائل پیش کر دیئے تو گیارہ روز جماعت احمدیہ کے وفد سے سوالات کئے گئے۔لیکن جو اصل موضوع تھا، اُس کے بارہ میں سوالات نہیں کئے گئے۔اس موضوع سے گریز کیا گیا۔کیوں؟ اتنے روز غیر متعلقہ کارروائی چلتی رہی۔مثال کے طور پر فلاں موقع پر قادیان میں چراغاں ہوا کہ نہیں؟ آپ نے مودودی صاحب کو مسٹر کیوں لکھا مولانا کیوں نہیں لکھا۔سقوطِ ڈھاکہ کے وقت احمدیوں کا کیا کردار تھا؟ جماعت احمدیہ میں خلیفہ کا انتخاب کس طرح ہوتا ہے؟ پاکستان میں احمدیوں کی تعداد کتنی ہے؟

صابر شاکر صاحب سے ادب سے گذارش ہے کہ ان دنوں کی کارروائی جب جماعت احمدیہ کا وفد وہاں پر موجود تھا پندرہ سو صفحات پر مشتمل ہے۔یہ راہنمائی فرمائیں ان میں سے کتنے صفحات کی کارروائی مقرر کردہ موضوع کے بارہ میں ہے اور وہ کون سے صفحات ہیں؟

آپ صفحہ نمبر 688 پر ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ نے کوشش فرمائی کہ یہ کارروائی موضوع کی طرف آئے لیکن اٹارنی جنرل صاحب نے فوراً موضوع تبدیل کر دیا۔اور صابر شاکر صاحب اس کارروائی کے صفحہ 504 میں ایک ممبر اسمبلی سردار محمد خان صاحب کا یہ اعتراف تو پڑھ چکے ہوں گے کہ:

I want to bring it to the notice of this honorable house that the main question, I should say before the committee or the assembly is as to what is the status of a person who does not believe in the finality of the prophethood. The question or that point is still untouched.

ترجمہ: میں اس معزز ایوان کے نوٹس میں یہ بات لانا چاہتا

ہوں کہ اصل سوال جو اس کمیٹی یا اسمبلی کے سامنے زیرِ غور ہے وہ یہ ہے کہ جو شخص ختم نبوت پر ایمان نہیں لاتا اس کی کیا حیثیت ہے؟ اس سوال یا اس نکتہ کو ابھی تک ہم نے چھوا بھی نہیں ہے۔

یہ ایک ممبر اسمبلی کا اعتراف ہے کہ یہ کارروائی مقرر کردہ موضوع پر نہیں ہو رہی تھی۔

صابر شاکر صاحب سے یہ سوال ہے کہ ایسی کارروائی جو اصل موضوع پر نہ ہوئی ہو اُس کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟ اور موضوع سے گریز کیوں کیا جا رہا تھا؟

4۔ سوال و جواب کے دوران جماعت احمدیہ پر بہت سے غیر متعلقہ اعتراضات کئے گئے۔ اور اُن کی تائید میں کئی حوالے پیش کئے گئے۔

ممبران یہ سوالات پہلے سے تیار کر کے دیتے تھے۔ علماء کی ایک ٹیم اور لائبریرین ان کی اعانت کر رہا ہوتا تھا۔ لیکن مسلسل غلط اور جعلی حوالے پیش کئے گئے۔ حتی کہ جو کتب سامنے موجود تھیں اُن کی بھی تحریف شدہ عبارات پڑھ کر اعتراض کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور جماعت احمدیہ کا وفد مسلسل اُن غلطیوں کی نشاندہی کرتا رہا۔ لیکن یہ سلسلہ آخر تک جاری رہا۔ ایسی کتب کے حوالے دیئے گئے جو کبھی لکھی ہی نہیں گئی تھیں۔ الفضل کے اُن دنوں کے شماروں کے حوالے پیش کئے گئے جن دنوں میں الفضل شائع ہی نہیں ہوا تھا۔ اگر عبارت مل گئی تو پڑھنے پر پتہ چلا کہ عبارت میں تحریف کر کے پڑھا جا رہا تھا۔ اگر کسی کتاب کے صرف 16 صفحات ہیں تو اس کے صفحہ نمبر 193 کا حوالہ پڑھ دیا گیا۔ اگر کسی حوالے کا صفحہ مل گیا تو عبارت وہاں موجود ہی نہیں تھی۔ اٹارنی جنرل صاحب اس خفت سے اتنا تنگ آ گئے کہ انہیں کمیٹی میں کہنا پڑا:

I request the honorable members not to supply me loose balls to score boundaries (page 548)

ترجمہ: میری ممبران سے درخواست ہے کہ مجھے ایسی خراب گیندیں نہ دیں جس پر یہ لوگ چوکے چھکے لگائیں۔

اور جب ایک کے بعد دوسرا حوالہ غلط نکلتا رہا تو سپیکر قومی اسمبلی کو زچ ہو کر یہ کہنا پڑا:

We should not cut a sorry figure before the members of the delegation(page425)

ترجمہ: ہمیں اس وفد کے ممبران کے سامنے شرمندہ نہیں ہونا چاہئے۔

صابر شاکر صاحب کی خدمت میں یہ سوال ہے کہ کیا یہ بات صحیح ہے کہ غلط ہے کہ اِس کارروائی میں غلط حوالے پیش کئے گئے تھے؟ اور جس موقف کی بنیاد جعلی حوالے ہوں، کیا وہ موقف اِس قابل بھی ہے کہ اُسے زیرِ غور لایا جائے؟ اگر نہیں تو یہ سوچنے کی بات ہے کہ جعلی حوالے بنانے کی کیا ضرورت پیش آئی؟

5۔ یہ حقیقت پہلے بھی شائع کی جا چکی ہے اور انٹرنیٹ پر اس کی تفصیلات موجود ہیں کہ میں نے خود مکرم ڈاکٹر مبشر حسن صاحب کا انٹرویو لیا تھا اور اُس کی آڈیو ویڈیو ریکارڈنگ موجود ہے۔ ڈاکٹر مبشر حسن صاحب اُس وقت کابینہ کے اہم وزیر تھے اور اس کارروائی میں شامل تھے۔ اُس انٹرویو میں جب اُس کارروائی کی تفصیلات پر سوالات کئے گئے تو انہوں نے صاف کہا تھا کہ:

یحییٰ بختیار بیوقوف آدمی تھا۔ بالکل جاہل۔ اس کو تو جو نیچے لکھ کر دے دیا اُس نے کہہ دیا ارے بابا وہ کارروائی ساری (Factitious) جعلی تھی۔ فیصلہ پہلے سے ہوا ہوا تھا کہ کیا کرنا ہے؟

معاف کیجئے گا الفاظ سخت ہیں لیکن یہ الفاظ میرے نہیں بلکہ اس دَور میں حکومت کے ایک اہم ستون کے ہیں۔ صابر شاکر صاحب کی خدمت میں یہ سوال ہے کہ جس کارروائی کو کارروائی چلانے والے خود ہی جعلی قرار دے رہے ہوں تو اُس کارروائی کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے؟

اور آپ نے فرمایا ہے کہ آپ اپنے پروگرام میں احمدیوں کا موقف بھی دکھائیں گے۔ اگر ہم آپ کی خدمت میں یہ ویڈیو بھجوا دیں تو کیا آپ اسے اپنے پروگرام پر دکھا سکیں گے۔ تا کہ پاکستان کے لوگ یہ پہلو بھی دیکھ سکیں۔

اس پروگرام میں جماعت احمدیہ پر بہت سے تبصرے کئے گئے تھے۔ اس مضمون میں ہم نے صرف ایک پہلو کے بارہ میں گذارشات پیش کی ہیں۔ باقی نکات کے بارہ میں حقائق بعد میں پیش کئے جائیں گے۔ ہم صابر شاکر صاحب کی اس تجویز کا خیر مقدم کرتے ہیں کہ اس کارروائی کا علمی مطالعہ ہونا چاہئے۔ لیکن جیسا کہ یہ حقائق واضح کر رہے ہیں کہ اِن نکات کے بارہ میں وضاحت ہو گی تو ہی کوئی علمی گفتگو آگے چل سکے گی۔ یہ گذارشات ان دونوں صحافی حضرات کی خدمت میں بھجوا دی جائیں گی۔ ہمیں امید ہے کہ وہ ہمیں اس مرتبہ ان نکات کے بارہ میں اپنے جواب سے محروم نہیں رکھیں گے۔

نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
یا رسولؐ خدا۔ احمد مجتبیٰؐ

ہدیہ از مکرم پروفیسر سعید احمد کوکب صاحب، ونڈسر

یا رسولؐ خدا ، احمد مجتبیٰؐ
کوئی چارہ نہیں اب دعا کے سوا
تیری امت پہ آئی کیسی گھڑی
تیری امت پہ افتاد کیسی پڑی
اِک نگاہِ کرم ، اِک نگاہِ عطا
یا رسولؐ خدا ، احمد مجتبیٰؐ

بھول بیٹھے ہیں تعلیم قرآن کی
کیوں پرواہ نہیں تیرے فرمان کی
علم ہے ، عمل کا یاں پہ فقدان ہے
کیوں بھٹکا ہوا یاں پہ انسان ہے
دکھا دے کوئی اِن کو راہِ ہدیٰ
یا رسولؐ خدا، احمد مجتبیٰؐ

نہ ہی امید ہے نہ کوئی آس ہے
نہ ہی عزت و تکریم کا پاس ہے
اِک نگاہِ کرم سے ہو اُن کو شفا
یا رسولؐ خدا، احمد مجتبیٰؐ

خوں کی ندیاں نہیں بلکہ دریا ہیں اب
خوف اور کرب کے یاں پہ مارے ہیں سب
کیا خدا تیری امت سے ناراض ہے
کیا خدا ہی کے فرماں سے اِغماض ہے
کیوں اِن میں نہیں ہے خوفِ خدا
یا رسولؐ خدا، احمد مجتبیٰؐ

اِن کو کانٹوں سے الفت بڑھی جا رہی
ان کو نفرت گلوں سے بڑی جا رہی
جو ہے موجود رہبر[1]، نہیں اُس کی چاہ
یا رسولؐ خدا، احمد مجتبیٰؐ

[1] حضرت امام مہدی معہود و مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام

قسط ششم

دعوت الی اللہ میں حکمت کے تقاضے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

پس ان بہت سی حکمتوں میں سے جو اس ترتیب میں پوشیدہ ہیں ایک یہ ہے کہ اللہ کا تصور ایک ایسا تصور ہے جس کی طرف بلانے کے نتیجہ میں جائز طور پر غصہ کی کوئی وجہ نہیں بنتی۔

دنیا کو مذہبی لحاظ سے آپ دو ہی بڑے حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔ایک وہ جو خدا کے قائل ہیں اور دوسرے وہ جو خدا کے قائل نہیں۔ جو لوگ خدا کے قائل ہیں ان کو اگر یہ کہا جائے کہ ہم تمہیں خدا کی طرف بلاتے ہیں تو اس میں غصہ کی کون سی بات ہے نفرت کا کوئی مقام ہی نہیں ہے اور وہ جو خدا کے قائل نہیں ہیں اگر خدا کی طرف بلائے بغیر ان کو کسی مذہب کی طرف بلایا جائے تو نہایت ہی لغو فعل ہو گا اور ساری بحثیں بے معنی اور بے حقیقت اس لئے جو دہریہ ہو اس سے تو لازماً بات ہی خدا کی ہستی سے شروع کرنی پڑتی ہے۔ ...

مذاہب کے درمیان اللہ ایک قدر مشترک ہے اور وہ پہلا اور آخری مقصد ہے جس کی طرف ہر مذہب بلاتا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بات مقصد سے شروع کرو۔ اگر تم مذاہب کے ناموں کی تقسیم میں پڑ جاؤ گے، فرقہ بازی میں مبتلا ہو جاؤ گے تو اتنی الجھنیں پیدا ہو سکتی ہیں اور بحث اتنی طویل ہو سکتی ہے کہ ہو سکتا ہے ایک انسان بلکہ انسانوں کی ایک پوری نسل ہمیشہ اس جستجو میں منہمک رہے اور پھر بھی وہ کسی مقصد کو نہ پا سکے۔

(خطبہ جمعہ فرمودہ 25 فروری 1983ء بحوالہ خطباتِ طاہرؒ۔ جلد 2، صفحہ 143-144)

شعبہ تبلیغ جماعت احمدیہ کینیڈا

قدرتی حوادث اور عذابِ الٰہی میں فرق

دو نظریات

مکرم مولانا طاہر محمود احمد صاحب مربی سلسلہ نظارت اشاعت ربوہ

پہلا نظریہ

دنیا میں جتنے بھی حادثات واقع ہوتے ہیں یا آفات رونما ہوتی ہیں یہ سب قوانین طبعی کے ماتحت خود بخود ظاہر ہوتے چلے جاتے ہیں اور انسان کے اعمال اس کی نیکی بدی یا رسولوں کے انکار سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

دوسرا نظریہ

زمین پر بسنے والے تمام اہلِ مذاہب کسی نہ کسی رنگ میں یہ مانتے چلے آئے ہیں کہ عذاب اور آفات جب بھی غیر معمولی نوعیت اختیار کر جائیں تو قوانین طبعی کے دائرے سے نکل کر قوانین غیر طبعی کے حلقہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ اگرچہ ان سب مذاہب میں خدائے واحد و یگانہ کا وہ تصور تو نہیں ملتا جو اسلام نے پیش کیا ہے لیکن اپنے اپنے رنگ میں اس بات پر سب کا اتفاق نظر آتا ہے کہ یہ عذاب اور آفات کسی باشعور ہستی کے فیصلے کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں خواہ اس کا نام سورج دیوتا بیان کیا جائے یا بادلوں کا خدا یا پہاڑوں کی روح یا سمندروں کی دیوی۔ وہ تمام مذاہب بھی جو خدا تعالیٰ کی مختلف صفات میں بعض خیالی خداؤں کو شریک ٹھہراتے ہیں غیر معمولی آفاتِ سماوی و ارضی کو غیر طبعی قرار دیتے چلے آئے ہیں۔ وہ مذاہب جن میں توحیدِ باری تعالیٰ کا عقیدہ آج تک محفوظ چلا آ رہا ہے، ان میں بھی اگرچہ نظریہ توحید کی تفاصیل میں کچھ نہ کچھ فرق ملتا ہے لیکن اس بات پر وہ بھی متفق ہیں کہ آفاتِ سماوی یا حادثاتِ طبعی ایک واحد خدا کی ناراضگی کا مظہر ہوتے ہیں۔

حقیقتِ حال

دنیا میں رونما ہونے والے حوادث، مصائب اور زلازل وغیرہ کی طبعی وجوہات موجود ہیں اور یہ تمام امور قانونِ طبعی کے تابع رونما ہوتے ہیں۔ مذہب کا خدا بھی وہی خدا ہے جو مادی عالم کا خدا ہے اور جن کو ہم قوانین طبعی قرار دیتے ہیں۔ وہ قوانینِ طبعی بھی اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ کے نتیجہ میں اور اس کے مقرر کردہ ضابطوں کے ماتحت کام کر رہے ہیں۔ قوانینِ طبعی قوانینِ مذہب سے علیحدہ کوئی خود مختار متوازی نظام نہیں ہے۔ تمام مادی تغیرات قوانین طبعی کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں اور ان دونوں اعتقادات میں کوئی تضاد نہیں ہے کہ تمام قوانینِ طبعی اللہ تعالیٰ کی قدرت اور مقرر کردہ قوانین کے تابع کام کرتے ہیں اور وہ تمام قوت جو طبعی تبدّل و تغیر کے وقت استعمال ہوتی یا خارج ہوتی ہے اس کا سرچشمہ بھی اللہ تعالیٰ کی ہی ذات ہے۔

غیر معمولی حوادث اور مصائب اللہ تعالیٰ کی خاص مشیت سے تعلق رکھتے ہیں اور ہر قدرتی حادثہ اور ہر تغیر اور ہر تبدیلی عذابِ الٰہی کا آئینہ دار نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے بسا اوقات مادی اور طبعی قوانین کو ان مادی طاقتوں کی ہلاکت پر مامور کر دیا جو روحانی اور مذہبی اقدار کی نہ صرف منکر تھیں بلکہ مادی ذرائع کو استعمال کر کے روحانی اور مذہبی اقدار کو مٹانے کے درپے تھیں۔ پس جب بھی یہ صورت ظاہر ہو کہ مادی نظریات روحانی نظریات سے ٹکرا جائیں اور مادی طاقت مذہبی اقدار کے خلاف علمِ بغاوت بلند کرے اور سرکشی میں بڑھتی چلی جائے تو ایسی صورت میں قرآنی نظریہ کے مطابق قوانینِ طبعی کو ہی ایسی مادی طاقتوں کو مٹانے یا مغلوب کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ گویا لوہا لوہے کو کاٹتا ہے یعنی وہ لوگ جو کسی مافوق البشر طاقت کے منکر اور صرف موجود مادی دنیا کے ہی قائل ہوتے ہیں انہی کی مسلمہ موجود مادی دنیا کو ان کی ہلاکت اور تباہی پر مامور کر دیا جاتا ہے۔ ایسے واقعات کو مذہبی اصطلاح میں عذابِ الٰہی کا نام دیا جاتا ہے اور اس نظریئے سے کوئی ٹکراؤ یا مقابلہ نہیں کہ ایسے واقعات اپنے پس منظر میں طبعی عوامل رکھتے ہیں۔ مثلاً فرعون کی غرقابی کے واقعہ کو ہی لے لیجئے۔ نیل کے ڈیلٹا میں فرعون اپنے قافلے سمیت غرق ہوا۔ روزانہ دو دو مرتبہ جوار بھاٹا آیا ہی کرتے تھے۔ اب ان گنت سالوں سے یعنی جب سے کہ دریائے نیل وجود میں آیا اس کا پانی سمندر میں داخل ہوتے وقت روزانہ اسی اتار چڑھاؤ کا منظر پیش کرتا رہا۔ خدا جانے کتنے جانور یا ابتدائی انسان یا ابتدائی ہیبت کے انسان یا بعد کے غیر مہذب خانہ بدوش قبائل۔ غلط اندازوں یا لاعلمی کی وجہ سے اس جوار بھاٹا کی نذر ہو گئے ہیں۔ لیکن نہ تو قرآن مجید نے، نہ کسی اور مذہبی صحیفہ نے اس جوار بھاٹا کے نتیجہ میں مرنے والوں کو عذابِ الٰہی کا مورد قرار دیا۔ پس قانونِ قدرت بلاشبہ اپنی روش پر جاری و ساری ہے اور اس کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے ہر مہلک تغیر کو عذابِ الٰہی قرار نہیں دیا جا سکتا۔

مادی تغیرات اور طبعی قوانین کے نتیجہ میں پیدا ہونے والی تبدیلیاں جب عذاب کا نام پاتی ہیں تو ان کے ساتھ کچھ علامتیں اور کچھ شرائط پائی جاتی ہیں اور یونہی بلاوجہ کسی تبدل و تغیر کو عذاب کا نام نہیں دیا جا سکتا۔

ایسے تمام حوادثِ زمانہ جو مذہبی اصطلاح میں عذاب کا نام پاتے ہیں ان کے نتیجہ میں بعض اہم مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔ اس کے برعکس روزمرہ کے حوادث اگرچہ کوئی نہ کوئی نتیجہ ضرور پیدا کرتے ہیں لیکن جن مذہبی مقاصد سے عذاب کا تعلق ہوتا ہے عام حوادث کے نتیجے میں وہ رونما نہیں ہوتے۔

قوانین طبعی کے نتیجہ میں جس قسم کے تغیرات بھی رونما ہو سکتے ہیں مختلف اوقات میں ان میں سے ہر ایک تغیر کو عذابِ الٰہی کا ذریعہ بنایا گیا اور آئندہ بھی بنایا جا سکتا ہے۔ اسی طرح انسانی معاشرہ میں پیدا ہونے والی خرابیوں کے نتیجہ میں یا دیگر عوامل کے نتیجہ میں ظاہر ہونے والی جنگوں اور فتنہ و فساد کو بھی بعض مخصوص حالات میں عذابِ الٰہی کا ذریعہ بنا لیا جاتا ہے۔

عذابِ الٰہی کی قسمیں

قرآن مجید کی رو سے تمام مادی تغیرات کو مشیت الٰہی کے ماتحت عذاب کا ذریعہ بھی بنایا جا سکتا ہے اور انعام کا بھی۔ جہاں تک عذاب کا تعلق ہے۔ عذاب کی حسبِ ذیل صورتوں کا قرآن کریم میں واضح ذکر ملتا ہے۔

مسلسل شدید بارش

مسلسل شدید بارش اور زمین کے پانی کی سطح کا بلند ہونا جس کے نتیجہ میں ایسا ہولناک سیلاب ظاہر ہو کہ علاقے کی تمام آبادی غرق ہو جائے۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَدَعَا رَبَّہٗۤ اَنِّیۡ مَغۡلُوۡبٌ فَانۡتَصِرۡ o فَفَتَحۡنَاۤ اَبۡوَابَ السَّمَآءِ بِمَآءٍ مُّنۡہَمِرٍ o وَّفَجَّرۡنَا الۡاَرۡضَ عُیُوۡنًا فَالۡتَقَی الۡمَآءُ عَلٰۤی اَمۡرٍ قَدۡ قُدِرَ o (سورۃ القمر 54: 11- 13)

ترجمہ: آخر اس (نوح) نے اپنے رب سے دعا کی اور کہا مجھے دشمن نے مغلوب کر لیا ہے پس تو میرا بدلہ لے۔جس پر ہم نے بادل کے دروازے ایک جوش سے بہنے والے پانی کے ذریعے کھول دیئے اور زمین میں بھی ہم نے چشمے پھوڑ دیئے۔پس (آسمان کا) پانی (زمین کے پانی کے ساتھ) ایک ایسی بات کے لئے اکٹھا ہو گیا جس کا فیصلہ ہو چکا تھا۔

منحوس تیز ہوائیں

ایسی منحوس تیز ہواؤں کا چلنا جو مسلسل جاری رہیں یہاں تک کہ آبادیاں ویران ہو جائیں اور انسانی لاشیں ٹوٹے ہوئے درختوں کی طرح ہر طرف بکھری ہوئی دکھائی دیں۔جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے۔

کَذَّبَتۡ عَادٌ فَکَیۡفَ کَانَ عَذَابِیۡ وَنُذُرِ o اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ رِیۡحًا صَرۡصَرًا فِیۡ یَوۡمِ نَحۡسٍ مُّسۡتَمِرٍّ o تَنۡزِعُ النَّاسَ کَاَنَّہُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ مُّنۡقَعِرٍ o

(سورۃ القمر 54:19-21)

ترجمہ: عاد نے بھی تکذیب کی تھی۔پھر کیسا تھا میرا عذاب اور میرا ڈرانا؟۔یقیناً ہم نے ایک آ کر ٹھہر جانے والے منحوس دن میں ان پر ایک بہت تیز چلنے والی ہوا بھیجی جو لوگوں کو پچھاڑ رہی تھی گویا وہ جڑوں سے اکھڑے ہوئے کھجور کے تنے ہوں۔

سیلاب

ایسے پے در پے سیلابوں کا آنا جو کسی خطہ زمین کی ہیئت ہی بدل ڈالیں اور زرخیز طاقتور زمینوں کو بنجر اور بیکار زمینوں میں تبدیل کر دیں۔ جہاں بد ذائقہ جنگلی پھلوں، جھاؤ جیسی جڑی بوٹیوں اور جنگلی بیریوں کے سوا اور کچھ نہ اُگ سکے۔قرآن کریم میں آتا ہے۔

فَاَعۡرَضُوۡا فَاَرۡسَلۡنَا عَلَیۡہِمۡ سَیۡلَ الۡعَرِمِ وَبَدَّلۡنٰہُمۡ بِجَنَّتَیۡہِمۡ جَنَّتَیۡنِ ذَوَاتَیۡ اُکُلٍ خَمۡطٍ وَّاَثۡلٍ وَّشَیۡءٍ مِّنۡ سِدۡرٍ قَلِیۡلٍ o (سورۃ سبا 34:17)

ترجمہ: پھر بھی انہوں نے حق سے پیٹھ پھیر لی تب ہم نے ان پر ایسا عذاب بھیج دیا جو ہر چیز کو تباہ کرتا جاتا تھا اور ہم نے ان کے دو اعلیٰ درجہ کے باغوں کی جگہ ان کو دو ایسے باغ دیئے جن کے پھل بدمزہ تھے اور جن میں جھاؤ پایا جاتا تھا یا کچھ تھوڑی سی بیریاں تھیں۔

زلازل

زلازل کا آنا جن کے نتیجہ میں زمین تہہ و بالا ہو جائے اور انسانی آبادیاں دھنس جائیں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَکَذَّبُوۡہُ فَعَقَرُوۡہَا ۪ۙ فَدَمۡدَمَ عَلَیۡہِمۡ رَبُّہُمۡ بِذَنۡۢبِہِمۡ فَسَوّٰىہَا o (سورۃ الشمس 91: 15)

ترجمہ: لیکن انہوں نے نبی کی بات نہ مانی بلکہ اس کو جھٹلایا اور وہ اونٹنی جس سے بچتے رہنے کا انہیں حکم دیا گیا تھا انہوں نے اس کی کونچیں کاٹ دیں جس کی وجہ سے اللہ نے ان کو خاک میں ملانے کا فیصلہ کر دیا اور ایسی تدبیریں کیں کہ ایسا ہو گیا۔

خشک سالی

ایسی طویل خشک سالی جس سے زمین کا پانی بھی سوکھ جائے اور اتنا گہرا چلا جائے کہ اس کا نکالنا انسانی مقدرت سے بڑھ جائے۔ جیسے فرمایا۔

قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ اِنۡ اَصۡبَحَ مَآؤُکُمۡ غَوۡرًا فَمَنۡ یَّاۡتِیۡکُمۡ بِمَآءٍ مَّعِیۡنٍ o (سورۃ الملک 67:31)

ترجمہ: تو یہ بھی کہہ دے کہ مجھے بتاؤ تو سہی کہ اگر تمہارا پانی زمین کی گہرائی میں غائب ہو جائے تو بہنے والا پانی تمہارے لئے خدا کے سوا کون لائے گا۔

قحط و خوف و ہراس

قحط کا ظاہر ہونا اور قوم کا شدید خوف و ہراس میں مبتلا ہو جانا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا قَرۡیَۃً کَانَتۡ اٰمِنَۃً مُّطۡمَئِنَّۃً یَّاۡتِیۡہَا رِزۡقُہَا رَغَدًا مِّنۡ کُلِّ مَکَانٍ فَکَفَرَتۡ بِاَنۡعُمِ اللّٰہِ فَاَذَاقَہَا اللّٰہُ لِبَاسَ الۡجُوۡعِ وَالۡخَوۡفِ بِمَا کَانُوۡا یَصۡنَعُوۡنَ o

(سورۃ النحل 16:113)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ (تمہیں سمجھانے کے لئے) ایک بستی کا حال بیان کرتا ہے جسے (ہر طرح سے) امن حاصل ہے اور اطمینان نصیب ہے۔ہر طرف سے اس کا رزق اسے بافراغت پہنچ رہا ہے پھر (بھی) اس نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی۔اس کی ناشکری پر اللہ نے اس کے باشندوں پر ان کے اپنے گھناؤنے عمل کی وجہ سے بھوک اور خوف کا لباس نازل کیا ہے۔

وبائی امراض کا پھوٹنا

قوموں اور ملکوں کا خوفناک جنگوں کے ذریعہ ایک دوسرے کو تباہ و برباد کرنا جس کے نتیجے میں مختلف قسم کی تکالیف کا المناک سلسلہ دیکھنا پڑے۔جو کئی قسم کی تنگیاں اور مشکلات قوموں پر وارد کرتا ہے یہاں الضرا سے مراد غالباً ایسی تمام سختیاں اور تکلیفیں ہیں جو بڑی جنگوں کے بعد عموماً قوموں کو گھیر لیتی ہیں مثلاً آزادیوں کا سلب ہونا۔اقتصادیات کا تباہ ہونا۔معاشرہ اور تہذیب و تمدن میں فساد ظاہر ہونا۔وبائی امراض کا پھوٹنا وغیرہ وغیرہ۔قرآن کریم میں آتا ہے۔

وَمَاۤ اَرۡسَلۡنَا فِیۡ قَرۡیَۃٍ مِّنۡ نَّبِیٍّ اِلَّاۤ اَخَذۡنَاۤ اَہۡلَہَا بِالۡبَاۡسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّہُمۡ یَضَّرَّعُوۡنَ o (سورۃ الاعراف 7: 95)

ترجمہ: ہم نے کسی شہر کی طرف کوئی رسول نہیں بھیجا (مگر یوں ہی ہوا کہ) ہم نے اس میں بسنے والوں کو سختی اور مصیبت سے پکڑ لیا تا کہ وہ عاجزی اور زاری کریں۔

جھنڈ کے جھنڈ پرندے

پرندوں کا عذابِ الٰہی بن کر کسی قوم پر اترنا۔ جیسے فرمایا۔

وَّاَرۡسَلَ عَلَیۡہِمۡ طَیۡرًا اَبَابِیۡلَ o تَرۡمِیۡہِمۡ بِحِجَارَۃٍ مِّنۡ سِجِّیۡلٍ o فَجَعَلَہُمۡ کَعَصۡفٍ مَّاۡکُوۡلٍ o

(سورۃ الفیل 105: 4-6)

ترجمہ: اور ان (کی لاشوں) پر جھنڈ کے جھنڈ پرندے بھیجے (جو) ان (کے گوشت) کو سخت قسم کے پتھروں پر مارتے (اور نوچتے) تھے۔سو اس کے نتیجہ میں اس نے انہیں ایسے بھوسے کی مانند کر دیا جسے جانوروں نے کھا لیا ہو۔

جھیل یا ڈیم کی تباہی

کسی بڑی جھیل یا ڈیم کا اس طرح اچانک تباہ ہو جانا کہ گویا پوری کی پوری جھیل کسی قوم پر عذاب کی شکل میں الٹ دی گئی ہو۔

فَصَبَّ عَلَیۡہِمۡ رَبُّکَ سَوۡطَ عَذَابٍ o اِنَّ رَبَّکَ لَبِالۡمِرۡصَادِ o (سورۃ الفجر 89:14-15)

ترجمہ: جس پر تیرے رب نے ان پر عذاب کا کوڑا برسایا۔تیرا رب یقیناً گھات میں (لگا ہوا) ہے۔

ضرررساں جانوروں کی کثرت

موسمی تغیرات کے نتیجہ میں خشکی تری اور ہوا کے ایسے جانوروں کا بکثرت پیدا ہوجانا جو مشیت الٰہی کے مطابق کسی قوم میں عذاب کے سے حالات پیدا کردیں یا مختلف بیماریوں کی افزائش کا موجب ہوں مثلاً ٹڈی دل، مینڈک ، جوئیں ، پسو، مچھر اور اس قسم کے دوسرے حشرات الارض اور ایسے جراثیم جو خونی بیماریاں پیدا کردیں مثلاً پیچش اور جریانِ خون سے تعلق رکھنے والی بیماریاں وغیرہ۔

فَاَرْسَلْنَا عَلَیْھِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰیٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ قف ۔

(سورۃ الاعراف 134:7)

ترجمہ: تب ہم نے ان پر طوفان اور ٹڈیاں اور جوئیں اور مینڈک اور خون بھیجا۔ یہ الگ الگ نشان تھے۔

دوسری قوم کا مسلط ہونا

کسی قوم پر ایسی دوسری قوم کو مسلط کرنا جو ان کو طرح طرح کے عذابوں میں مبتلا کریں اور ایسا ایمان لانے کے نتیجہ میں نہ ہو بلکہ دیگر عوامل اس کے ذمہ دار ہوں مثلاً یہود کے متعلق قرآن کریم کی یہ خبر کہ ان کے لئے مقدر کیا گیا ہے کہ قیامت تک ان پر ایسی قومیں مسلط ہیں جو انہیں طرح طرح کے عذاب دیں۔

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکَ لَیَبْعَثَنَّ عَلَیْھِمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ یَّسُوْمُھُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ط اِنَّ رَبَّکَ لَسَرِیْعُ الْعِقَابِ صلے وَ اِنَّہٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ o (سورۃ الاعراف 168:7)

ترجمہ: اور یاد کر جب تیرے رب نے اعلان کردیا کہ ان (یہود) پر قیامت کے دن تک ایسے لوگ مقرر کردے گا جو انہیں تکلیف دہ عذاب دیتے چلے جائیں گے (پھر کیا ایسا نہیں ہوا؟) تیرا رب یقیناً بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔

چار عناصرِ طبعی کے ذریعہ عذاب

دنیا میں چار معروف عناصر طبعی یعنی مٹی ، پانی ، ہوا اور آگ پائے جاتے ہیں۔ اوپر بیان شدہ عذاب کی قسموں میں تین عناصر یعنی مٹی، ہوا اور پانی کا تعلق نظر آتا ہے لیکن چوتھے عنصر آگ کا کوئی ذکر نہیں ملتا یا یہ سب عذاب کی قسمیں ان جانوروں سے تعلق رکھتی ہیں جو مٹی ، پانی یا ہوا میں بسنے والے ہیں۔ یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ آگ کے ابتلاء سے نیک بندوں کی آزمائش کی گئی۔ جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے واقعہ میں ہے۔ لیکن جہاں تک آگ کے عذاب کا تعلق ہے۔ آگ کے عذاب کا اس دنیا میں گزری ہوئی امتوں کے بیان میں کوئی ذکر نہیں ملتا۔ لیکن جہاں تک قرآن کریم کی پیشگوئیوں کا تعلق ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مسلسل انکار کے نتیجہ میں قوموں کو آئندہ آگ کا عذاب بھی دیا جانا مقدر تھا۔ قرآن کریم کی مختلف آیات میں اس کا اشارۃً یا صراحتاً ذکر ہے۔ جیسا کہ فرمایا۔

اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی مَا کُنْتُمْ بِہٖ تُکَذِّبُوْنَ o اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰی ظِلٍّ ذِیْ ثَلٰثِ شُعَبٍ o لَّا ظَلِیْلٍ وَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ اللَّھَبِ o اِنَّھَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ o کَاَنَّہٗ جِمٰلَتٌ صُفْرٌ o وَیْلٌ یَّوْمَئِذٍ لِّلْمُکَذِّبِیْنَ o (سورۃ المرسلت 77:30-35)

ترجمہ: (ہم ان سے کہیں گے) جس چیز کو تم جھٹلاتے تھے اسی کی طرف جاؤ یعنی اس سائے کی طرف جاؤ جس کے تین پہلو ہیں۔ نہ تو وہ سایہ دیتا ہے اور نہ تپش سے محفوظ رکھتا ہے بلکہ وہ اتنے اونچے شعلے پھینکتا ہے جو قلعے کے برابر ہوتے ہیں۔ اتنے اونچے کہ گویا وہ بڑے بڑے جہازوں کے باندھنے والے زرد رسے معلوم ہوتے ہیں۔ اس دن جھٹلانے والوں پر تباہی آئے گی۔

اس آیت میں جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ موجودہ زمانہ کی جنگوں سے بہت ملتا جلتا ہے۔ یہ وہ زمانہ ہے جس میں پہلی مرتبہ جنگ کا مہیب سایہ تین نمایاں شعبے رکھتا ہے۔ فضائی ، بری اور بحری۔ اور یہ تینوں شعبے آگ برسانے والے ہیں۔ اِنَّھَا تَرْمِیْ بِشَرَرٍ کَالْقَصْرِ میں قلعوں کی طرح جو بلند شعلے پھینکنے کا منظر ہے وہ بعینہٖ جدید آلات حرب کے آگ اگلنے کی تصویر ہے۔ اسی طرح سورۃ الھمزہ میں جس آگ سے ڈرایا گیا ہے اس کا بھی عہدِ حاضر سے تعلق معلوم ہوتا ہے۔ فرمایا:

وَیْلٌ لِّکُلِّ ھُمَزَةٍ لُّمَزَةِ نِo الَّذِیْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَہٗ o یَحْسَبُ اَنَّ مَالَہٗٓ اَخْلَدَہٗ o کَلَّا لَیُنْبَذَنَّ فِی الْحُطَمَةِ o وَمَآ اَدْرٰکَ مَا الْحُطَمَةُ o نَارُ اللّٰہِ الْمُوْقَدَةُ o الَّتِیْ تَطَّلِعُ عَلَی الْاَفْئِدَةِ o اِنَّھَا عَلَیْھِمْ مُّؤْصَدَةٌ o فِیْ عَمَدٍ مُّمَدَّدَةٍ o

(سورۃ الھمزۃ 104:2-10)

ترجمہ: ہر غیبت کرنے والے اور عیب چینی کرنے والے کے لئے عذاب ہے۔ جو مال کو جمع کرتا ہے اور اس کو شمار کرتا رہتا ہے۔ وہ خیال کرتا ہے کہ اس کا مال اس کے نام کو باقی رکھے گا۔ ہرگز ایسا نہیں (جیسا کہ اس کا خیال ہے بلکہ) وہ یقیناً اپنے مال سمیت حطمہ میں پھینکا جائے گا اور (اے مخاطب!) تجھے کیا معلوم ہے کہ یہ حطمہ کیا شے ہے؟ یہ (حطمہ) اللہ کی خوب بھڑکائی ہوئی آگ ہے جو دلوں کے اندر تک جا پہنچے گی پھر وہ آگ سب طرف سے بند کردی جائے گی۔ تاکہ اس کی گرمی ان کو اور بھی زیادہ تکلیف دہ محسوس ہو اور وہ لوگ لمبے ستونوں کے ساتھ بندھے ہوئے ہوں گے۔

ایک اہم سوال

یہ کہا جاسکتا ہے کہ چونکہ دنیا میں ہمیشہ ہر زمانے میں ایسے تغیرات ہوتے ہی رہتے ہیں جن کے نتیجے میں آگ ، پانی ہوا اور مٹی کبھی انسان کو فائدہ دے رہے ہوتے ہیں کبھی نقصان ، کبھی تنگی کے سامان پیدا کرتے ہیں ، کبھی آسائش کے۔ تو کیوں بلاوجہ اس کو غیر معمولی تصرفِ الٰہی قرار دیا جائے اور کیوں بعض حالات کو بعض اوقات عام طبعی تغیرات قرار دیا جائے اور بعض اوقات انہیں خاص تصرفات کا نام دیا جائے۔؟

چاروں عناصر یعنی پانی مٹی ، ہوا اور آگ اللہ تعالیٰ کے تصرف کے تحت عذاب کے لئے استعمال ہو سکتے ہیں اور یہی وہ چاروں عناصر ہیں جو انعام کے لئے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ پس عذاب کے لئے طبعی قوانین کا مسخر ہونا ہرگز کسی اچنبے کی بات نہیں۔ بعض ایسی علامات ہوتی ہیں جن کی وجہ سے عذابِ الٰہی قرار دیا جاتا ہے۔

عذابِ الٰہی قرار دینے کی علامات

پہلی علامت

عذابِ الٰہی کو حوادث طبعی سے ممتاز کرنے والی ایک علامت یہ ہے کہ عذاب کے واقع ہونے سے قبل ہی اس کی خبر دے دی جاتی ہے اور صرف خبر ہی نہیں ، بسا اوقات اس کی نوعیت بھی تفصیل سے بیان کردی جاتی ہے۔ اس کی مثال حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں بڑی واضح شکل میں ملتی ہے۔ آپؑ نے پہلے سے قوم کو متنبہ کردیا کہ تمہارے اعمال کی خرابی کے نتیجہ میں نیز میرے مسلسل انکار کی وجہ سے تم ہلاک کردیئے جاؤ گے۔ اس تنبیہ کے ساتھ ہی آپؑ نے ذریعہِ ہلاکت سے بھی ان کو آگاہ کردیا اور بتایا کہ تمہاری ہلاکت کا ذریعہ پانی کو بنایا جائے گا جو ایک ایسے بے نظیر سیلاب کی صورت میں آئے گا جس سے اس علاقہ کی کوئی چیز خواہ انسان ہو یا حیوان ، بچ نہیں سکے گی۔

دوسری علامت

دوسری علامت یہ ہے کہ عذاب الٰہی کے واقع ہونے کو ایک ایسی شرط کے ساتھ باندھ دیا جاتا ہے جس کا کسی پہلو سے بھی ان عوامل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ جس کے نتیجہ میں کوئی ارضی و

سماوی حادثہ رونما ہو سکے۔ حضرت صالح علیہ السلام کے عہد کی مثال ہے۔ وہ خوفناک دھماکہ جسے آتش فشاں پہاڑ کا پھٹنا کہہ لیں یا غیر معمولی قوت کی گھن گرج قرار دے لیں یا اچانک زمین کے پھٹنے کے نتیجہ میں ایک ہیبت ناک آواز تصور کرلیں۔ غرضیکہ اس صیحۃ واحدۃ کی جو شکل بھی چاہیں تجویز کرلیں۔ یہ امر تو بہرحال ہر انسان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ اس صیحۃ کا اونٹنی کی کونچیں کاٹنے سے کوئی تعلق اور واسطہ نہیں یعنی اس کے نتیجے میں یہ واقع رونما نہیں ہوسکتا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو طبعی ذریعہ بھی حضرت صالح علیہ السلام کی قوم کی ہلاکت کے لئے تجویز ہوا وہ کوئی اتفاقی حادثہ نہیں تھا بلکہ ایک غیر معمولی تقدیر تھی۔ جب تک قوم حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کا پانی بند کرنے اور اس کی ایذا رسانی سے باز رہی اِذانِ الٰہی کی تکیل نے اس ہولناک حادثہ کو رونما ہونے سے سختی سے روکے رکھا لیکن جونہی اس اونٹنی کا پانی بند کیا گیا اور کونچیں کاٹی گئیں تو قوانینِ طبعی کو اپنی جولانیاں دکھانے کی اجازت دے دی گئی۔

تیسری علامت

تیسری علامت یہ ہے کہ عذاب الٰہی کو اس بات کی اجازت نہیں دی جاتی کہ وہ کافروں کے ساتھ مومنوں کو بھی ہلاک کردے بلکہ بلا استثناء ہر ایسے حادثے کے وقت مومن بچالئے جاتے ہیں اور منکرین ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ اگرچہ قرآن کریم میں بعض ایسے قومی عذابوں کا ذکر ملتا ہے جن کے نتیجہ میں منکرین کے ساتھ مومن بھی کسی قدر تکلیف اٹھاتے ہیں لیکن یہ عذاب ایک استثنائی حیثیت رکھتے ہیں اور ان کا مقصد مختلف ہوتا ہے۔ ہم عذابوں کی جن اقسام پر بحث کر رہے ہیں یہ وہ عذاب ہیں جو مومن اور غیر مومن میں تفریق کے لئے آتے ہیں اور جن کے متعلق وقت کے انبیاء واضح الفاظ میں یہ خبر دے دیا کرتے ہیں کہ یہ خدا کے پاک بندوں کو کوئی ضرر نہیں پہنچاسکیں گے۔ یہ ایک ایسا امتیاز ہے جس کا کوئی طبعی جواز نظر نہیں آتا۔ آخر کیوں ایک معمول کے مطابق ہونے والا حادثہ قوم کی بھاری اکثریت کو تو ہلاک کردے لیکن چند لوگوں سے استثنائی سلوک کرتے ہوئے بغیر گزند پہنچائے پاس سے گزر جائے۔ صرف یہی نہیں بلکہ اس سے عجیب تر بات یہ ہے کہ قوم کے طاقتور اور دنیاوی سروسامان سے متمتع غالب قوتوں والے حصہ کو تو ہلاک کر دے جس کے پاس حوادث سے بچنے کے زیادہ سے زیادہ ظاہری سامان موجود ہوتے ہیں لیکن چند کمزور اور ضعیف اور بے سروسامان لوگوں کو گزند پہنچانے کی اسے کوئی قدرت حاصل نہ ہو۔

چوتھی علامت

چوتھی علامت یہ ہے کہ عذاب الٰہی کے بعد وہ نظریہ حیات یا تو کلیتہً مٹا دیا جاتا ہے یا مغلوب کر دیا جاتا ہے جو عذابِ الٰہی سے پہلے طاقتور اور غالب ہوتا ہے اور وہ نظریۂ حیات جو عذابِ الٰہی سے پہلے نہایت کمزور اور مغلوب حالت میں پایا جاتا ہے یہاں تک کہ اس کے زندہ رہنے کے کوئی ظاہری سامان نظر نہیں آتے وہ عذابِ الٰہی کے بعد نہایت قوی اور غالب صورت میں تیزی کے ساتھ نشو و نما پانے لگتا ہے۔ حتیٰ کہ نظریات کے میدان میں کبھی تو ایسے تنہا عظیم فاتح کے طور پر دکھائی دیتا ہے۔ جس کا مدِ مقابل کلیتہً خاک میں مل چکا ہو اور کبھی ایسے فتح مند جرنیل کی شکل میں نظر آتا ہے جس کا حریف نہایت کمزوری اور ذلت کی حالت میں اس کے غلبہ کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو چکا ہو۔

پانچویں علامت

پانچویں علامت جو عذابِ الٰہی کو حوادث زمانہ سے الگ کرتی ہے اس کا ذکر قرآن کریم کی حسبِ ذیل آیت میں ملتا ہے۔

وَمَا نُرِيْهِمْ مِّنْ اٰيَةٍ اِلَّا هِيَ اَكْبَرُ مِنْ اُخْتِهَا ۫ وَ اَخَذْنٰهُمْ بِالْعَذَابِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ (سورۃ الزخرف 49:43)

ترجمہ: ہم ان کو جو نشان بھی دکھاتے تھے وہ اپنے نشان سے بڑا ہوتا تھا اور ہم نے ان کو عذاب میں مبتلا کر دیا تھا تا کہ وہ اپنی بداعمالیوں سے (لوٹ جائیں۔(یعنی عذابِ الٰہی میں ایک تدریج اور ترتیب پائی جاتی ہے اور آخری غلبے تک عذابوں کا سلسلہ سخت سے سخت تر ہوتا چلا جاتا ہے۔)

گویا عذابِ الٰہی کے مختلف مظاہر میں خفیف سے اشد کی طرف حرکت نظر آتی ہے۔ اگر عذاب کی شدت کا گراف بنایا جائے تو معمولی اتار چڑھاؤ کے باوجود عذاب کا عمومی رخ شدید سے شدید تر کی طرف ہی نظر آئے گا۔ یہاں تک کہ اگر قوم پیغمبرِ وقت کے نظریات کو قبول نہ کرے اور اس کی ہلاکت مقدر ہو جائے تو عذاب کی آخری یورش سب سے شدید اور فیصلہ کن ہوتی ہے۔ حوادثِ زمانہ میں ایسی کوئی ترتیب نہیں پائی جاتی۔

چھٹی علامت

چھٹی علامت یہ ہے کہ گو حوادثِ زمانہ انسان کی قلبی کیفیت سے اثر انداز نہیں ہوتے اور وہ ان کیفیت سے بے نیاز اپنے دائرہ میں کارفرما رہتے ہیں۔ لیکن عذابِ الٰہی اس عہد کے انسانوں کی قلبی کیفیات سے ایک ایسا عجیب رشتہ رکھتا ہے کہ اگر دلوں میں گزشتہ گناہوں پر ندامت اور پشیمانی پیدا ہو جائے اور طبیعتیں استغفار کی طرف مائل ہوں تو عذاب الٰہی ٹل جاتا ہے۔ قرآن کریم عذاب الٰہی کی اس امتیازی خصوصیت کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ○

(سورۃ الانفال 34:8)

اللہ تعالیٰ انہیں ایسی حالت میں عذاب نہیں دیتا کہ وہ استغفار کر رہے ہوں گزشتہ انبیا کی تاریخ میں حضرت یونس کے عہد کا واقعہ اس نوع کی ایک نمایاں مثال ہے کہ عذابِ الٰہی کی خبر دیئے جانے کے باوجود جب قوم نے استغفار سے کام لیا تو یہ غیر متبدل سنت اللہ قوم اور عذاب الٰہی کے درمیان حائل ہو گئی۔

ساتویں علامت

ساتویں علامت یہ ہے کہ عذاب اس وقت تک انتظار کرتا ہے جب تک نبی ہلاک ہونے والی بستی کو چھوڑ کر نہ چلا جائے۔ جیسا کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ؕ

(سورۃ الانفال 34:8)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ انہیں ہرگز عذاب نہیں دے گا کہ تو ان کے اندر موجود ہو۔

ظاہر بات ہے کہ حوادث کسی کا انتظار نہیں کرتے۔ پس وہ حوادث جو کسی خاص وجود یا نیک لوگوں کی خاطر رکے رہیں اور اس بات کا انتظار کرتے رہیں کہ وہ ہلاک ہونے والی بستی کو چھوڑیں تو پھر یہ سرگرم عمل ہوں۔ مذہبی اصطلاح میں ایسے حوادث کو عذابِ الٰہی کہا جاتا ہے۔

اعلان ولادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے مکرم محمد زکریا صاحب اور محترمہ خلعت احمد صاحبہ بریڈفورڈ کو 30 اپریل 2020ء کو بیٹے سے نوازا ہے۔ اس بچے کا نام "حذیفہ علی زکریا" تجویز ہوا ہے۔ عزیزم حذیفہ سلمہ، مکرم داؤد احمد شاد صاحب اور محترمہ بشریٰ بیگم صاحبہ بریڈفورڈ کا پوتا، مکرم داؤد احمد صاحب اور محترمہ مسرت بیگم صاحبہ آف جرمنی کا نواسہ ہے۔

احباب جماعت سے نومولود کی درازی عمر، خادم دین اور خلافت کے فدائی ہونے کے لئے دعا کی درخواست ہے۔

وبائی ایام میں تجہیز و تکفین کا مسئلہ

مکرم مولانا انیس احمد ندیم صاحب ۔ مبلغ انچارج و صدر جماعت احمدیہ جاپان

میت کا احترام بنی آدم کو سکھلائے گئے ابتدائی اسباق میں سے ایک ہے۔ جب آدم وحوا کے ایک بیٹے نے دوسرے کو قتل کر دیا تو قاتل نادم ہو کر فکر مند ہوا کہ وہ اپنے مقتول بھائی کی نعش کا کیا کرے؟ اس پر اُسے ایک نظارہ دکھایا گیا کہ ایک کوّے نے دوسرے کوّے کی نعش کو زمین میں گڑھا کھود کر دفن کیا ہے۔ پس اُسے بھی یہ ترکیب سوجھی اور اُس نے اپنے بھائی کی نعش کو زمین میں دفن کیا۔

گو کہ یہ ایک تمثیلی نظارہ ہے لیکن دراصل بنی نوع انسان کو ودیعت کیا گیا وہ فطری جذبہ ہے جو اسے حیوان سے ممتاز کرتا اور معاشرتی رہن سہن کے آداب سکھلاتا ہے۔

تدفین کے مختلف طریق

دنیا میں تدفین کے مختلف طریقے رائج ہیں ۔ ہندوؤں کے نزدیک میت کو جلا دینا احترامِ میت کی علامت ہے۔ پارسی مذہب میں سپردِ آسمان کرنے کی روایت ہے یعنی میت کو ایک مخصوص مقام پر گدھوں اور چیلوں کے کھانے کے لئے چھوڑ دیا جاتا ہے۔ ماضی میں نعش کو سمندر برد کرنے کا طریق بھی رائج رہا ہے۔ لیکن چینی مذاہب، یہودیت اور اسلامی شریعت کے نزدیک زمین میں قبر کھود کر میت کو سپردِ خاک کرنا احترامِ میت کا طریق سمجھا جاتا ہے۔ گویا ہر مذہب وملت کے نزدیک میت کا احترام لازم ہے۔ لیکن اس کے لئے مختلف طریق رائج ہیں۔ لیکن ابنائے آدم وحوا سے چلی ہوئی روایت کے مطابق اب بھی نوعِ انسان کی اکثریت کے نزدیک احترامِ میت کا سب سے فطری اور مناسب طریق وہ ہے جسے اسلام نے اپنایا اور فوت شدہ انسانوں کے جسد کو زمین میں دفنانے کی روایت قائم کی ہے۔

آج کل کورونا وائرس کی وبا نے ایک عالمی انسانی بحران کی صورت حال پیدا کر رکھی ہے۔ اس موقع پر عالمی ادارِ صحت نے احترامِ میت کے لئے رائج تدفین اور نعش سوزی یعنی دونوں طریقوں کا حق تسلیم کیا ہے۔

WHO کی ہدایت

World Health Orgnaization کی درج ذیل ہدایت ہے۔

People who have died from COVID-19 can be buried or cremated

یعنی میت کو جلانا اور دفن کرنا دونوں بنیادی پالیسی کا حصہ ہیں۔ لیکن اس موقع پر ضروری احتیاطی تدابیر اختیار کرنے کی تلقین کی گئی ہے۔ ان احتیاطی تدابیر میں مرض کے پھیلاؤ کو روکنے اور ہیلتھ ورکرز کی صحت کو اولیت دی گئی ہے۔ اس دوران سری لنکا میں کورونا وائرس سے وفات پا جانے والے دو مسلمانوں کی نعشوں کو Cremation کرنے کے عمل نے سری لنکن مسلمانوں میں ایک ردّ عمل کو جنم دیا ہے۔

اس خبر کی تفصیل اس لنک میں ملاحظہ فرمائیں:

https://www.aljazeera.com/news/2020/04/anguish-sri-lanka-forces-muslims-cremate-covid-19-victims-200403053706048.html

لیکن برطانیہ اور سنگاپور سمیت اکثر ممالک نے عالمی ادارہ صحت کی پالیسی کے مطابق نعش سوزی کے ساتھ ساتھ تدفین کے حق کو بھی تسلیم کیا ہے اور اسی پر عمل کیا جا رہا ہے۔

بانی اسلام رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے لواحقین کے جذبات اور کیفیات کو محسوس کرتے ہوئے طاعون جیسی وبائی مرض سے وفات پانے والے مسلمان کو 'شہید' قرار دے کر گویا کئی زخموں پر مرہم رکھ دیئے ہیں۔ آپؐ کے اس پُر حکمت ارشاد کے مطابق وبائی امراض سے وفات کی صورت میں باقاعدہ غسل دینا مشکل ہو یا کفن نہ پہنایا جا سکے تو وفات یافتہ مسلمان کو الوداع کرنے کا یہ طریق شہداء کا سا سمجھا جائے۔

تدفین کے لئے غیر مروجہ طریقے اختیار کرنے کی بحث

مسلمان روایتی طور پر نعش کو غسل دے کر کفن پہناتے اور تدفین سے پہلے میت کے چہرے کی زیارت کرتے ہیں اور اپنے مرحوم عزیزوں کے جنازوں میں بڑی تعداد میں شامل ہو کر بخشش کی دعا مانگتے ہیں۔ لیکن موجودہ وبائی ایام میں بیماری کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے لوگوں کے اجتماع کی بندش اور دیگر ضروری ہدایات کی پابندی اختیار کرنے کی تلقین کی جا رہی ہے۔ ہنگامی نوعیت کی اس صورت حال میں بعض ذہنوں میں اضطراب پیدا ہوتا اور کئی سوال اٹھتے ہیں۔ لیکن جب ہم ماضی میں جھانک کر دیکھتے ہیں تو بعض مثالیں ملتی ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض دفعہ حالات و واقعات سے مجبور ہو کر اور بعض دفعہ زمانے کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے مروجہ طریقوں میں معمولی ردوبدل ممکن ہے۔

علامہ ابن حجر عسقلانیؒ نے ابتدائی صدیوں میں مسلمان ممالک اور خطوں میں پھیلنے والی طاعون کے بارہ میں ایک ضخیم کتاب تصنیف فرمائی ہے۔ جس کا نام ہے بذل الماعون فی فضل الطاعون ۔ اس کتاب میں آپؒ نے وبائی مرض سے بسا اوقات روزانہ ہزارہا اموات کا ذکر کیا ہے ۔ گویا ایسی صورت میں جب اموات کی کثرت سے مردوں کی تجہیز و تکفین کا مناسب انتظام ممکن نہ رہے تو گویا ہنگامی نوعیت کے انتظامات اختیار کرنا حالات کی مجبوری تصور ہوگا۔ بصرہ اور دیگر مسلم ممالک میں پھیلنے والی ایک طاعون کا ذکر کرتے ہوئے، آپؒ لکھتے ہیں:

حتی کانوا یحفرون الزبی و یلقون فیھا العشرین والثلاثین جمیعاً

(بذل الماعون فی فضل الطاعون از علامہ ابن حجر عسقلانی صفحہ 366)

یعنی کہ ایک ایک گڑھے میں بیس بیس اور تیس تیس نعشیں اکٹھی

دفن کردی جاتیں۔

اسی طرح ماضی قریب میں سپینش فلو کے ایام میں صوبہ سندھ میں اموات کی کثرت سے ایسے حالات پیدا ہو چکے ہیں کہ مسلمانوں کے لئے مردوں کی تجہیز و تکفین ممکن نہ رہی اور ہندوؤں کو نعش جلانے کے لئے لکڑیوں کا انتظام کم پڑ گیا۔ تاریخ سکھر میں لکھا ہے:

سکھر میں انفلوئنزا کی وبا، 1919ء میں پھیلی جس سے ہزاروں شہری لقمۂ اجل بن گئے۔ مسلمان مردوں کو بغیر کفن دفنایا گیا اور ہندو مُردوں کو جلانے کی لکڑیاں کم پڑ گئیں۔

(تاریخ سکھر از رحیم داد خان مولائی شیدائی، صفحہ 184)

نیز میت کو سرد خانے میں رکھنا، حسب ضرورت پوسٹ مارٹم کرنا، کندھا دینے کی بجائے میت کو گاڑی پر قبرستان لے جانا اور تابوت میں جسد خاکی رکھ کر سپرد خاک کرنا، بحری جہازوں میں وفات پانے والوں کی میت کو پانی میں بہا دینا، ہوائی حادثہ میں جاں بحق ہو جانے والے مسلمان کی تدفین کا معاملہ اور بعض ممالک میں منزلوں کی صورت میں قبروں کی تعمیر جیسے غیر روایتی طریقوں کی نظیر ابتدائے اسلام میں تلاش کرنا ممکن نہیں لیکن حالات کے موافق یہ سب صورتیں قابلِ قبول ٹھہر چکی ہیں۔ اسی اصول کے ماتحت وبائی امراض کے وقت انسانی جانوں کی حفاظت اور وبا کے پھیلاؤ کو روکنے کے لئے غسل، کفن اور جنازہ پڑھنے کے طریق کے بارہ طبی ماہرین کی رائے فائق متصور ہوگی۔

میت کا احترام بلاتفریق مذہب وملت ضروری ہے

موجودہ عالمی بحران میں مسلمان ممالک کے لئے موقع ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاکیزہ تعلیم پر عمل کرتے ہوئے اسلام کی برتری کو کُل عالم پر ثابت کردیں۔ جہاں احتیاطیں ملحوظ خاطر رہیں وہیں احترامِ میت کے بارہ میں بانی اسلام کا اسوۂ مبارک پیش کرکے ہر وفات یافتہ شخص کے ساتھ ہمدردی و غم خواری کے جذبات ظاہر کئے جائیں۔

آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کو جو تہذیب اور شائستگی سکھلائی ہے اور بلاتفریق مذہب و ملت میت کے احترام کو پیش نظر رکھنے کی جو تلقین فرمائی ہے وہ اس واقعہ سے ظاہر ہے۔ ایک روایت میں آتا ہے۔

مر علی رسول اللہ ﷺ بجناز فقام فقیل لہ انہ یہودی فقال لیست نفساً

(سنن نسائی۔ کتاب الجنائز، باب القیام الجناز اھل الشرک)

یعنی ایک دفعہ حضور ﷺ تشریف فرما تھے کہ ایک جنازہ گزرا۔ آپؐ اُس کے احترام میں کھڑے ہو گئے۔ کسی نے کہا یہ تو ایک یہودی کا جنازہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا کیا ہوا، انسان تو ہے۔

اسی طرح آنحضور ﷺ کا معمول تھا کہ اگر میدانِ جنگ میں یا اس قسم کے حالات میں آپؐ کو کوئی نعش پڑی مل جاتی تو آپؐ اس کی تدفین کا حکم عطا فرماتے اور اُسے اپنی نگرانی میں دفن کراتے اور یہ نہ پوچھتے کہ یہ مومن کی نعش ہے یا کافر کی۔

(السیر الحلبی۔ تالیف علی ابن برھان الدین الحلبی الشافعی۔ الجز الثانی، مطبع محمد علی صبیح و اولادہ بمیدان الازھر بمصر، 1935ء، صفحہ 190)

جنگِ بدر میں اور جنگِ احد میں آپؐ نے کفار کی نعشوں کی تدفین کروائی اور ایک ہی میدان میں مسلمانوں اور کافروں کی تدفین ہوئی، وقت کی تنگی کی وجہ سے جس طرح کئی مسلمان شہداء کو ایک ہی قبر میں دفن کروایا گیا اسی طرح کفار کی نعشوں کو بھی ایک ہی جگہ دفن کروایا۔

(السیر الحلبی۔ تالیف علی ابن برھان الدین الحلبی الشافعی۔ الجز الثانی، مطبع محمد علی صبیح و اولادہ بمیدان الازھر بمصر، 1935ء، صفحہ 190)

طاعون کی وبا کے ایام میں تجہیز و تکفین کے بارہ میں رہنمائی کرتے ہوئے امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ و السلام فرماتے ہیں:

’’جو خدانخواستہ اس بیماری سے مَر جائے وہ شہید ہے۔ اس کے واسطے ضرورت غُسل کی نہیں اور نہ نیا کفن پہنانے کی ضرورت ہے۔ اس کے وہی کپڑے رہنے دو اور ہو سکے تو ایک سفید چادر اس پر ڈال دو اور چونکہ مَرنے کے بعد میت کے جسم میں زہریلا اثر زیادہ ترقی پکڑتا ہے اس واسطے سب لوگ اس کے گرد جمع نہ ہوں۔ حسبِ ضرورت دو تین آدمی اس کی چارپائی کو اٹھائیں اور باقی سب دُور اکٹھے ہو کر مثلاً ایک سوگز کے فاصلے پر جنازہ پڑھیں۔ جنازہ ایک دعا ہے اور اس کے واسطے ضروری نہیں کہ انسان میت کے سر پر کھڑا ہو۔ جہاں قبرستان دُور ہو مثلاً لاہور میں سامان ہو سکے تو کسی گاڑی یا چھکڑے پر میت کو لاد کر لے جاویں اور میت پر کسی قسم کی جزع فزع نہ کی جاوے۔ خدا تعالیٰ کے فعل پر اعتراض کرنا گناہ ہے۔‘‘

(ملفوظات۔ جلد پنجم، صفحہ 194-195، ایڈیشن 1988ء)

شعبہ امور عامہ جماعت احمدیہ کینیڈا

قرض کی واپسی کے متعلق

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نصیحت

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

’’عدل کی حالت یہ ہے جو متقی کی حالت نفس امارہ کی صورت میں ہوتی ہے۔ اس حالت کی اصلاح کے لئے عدل کا حکم ہے اس لئے نفس کی مخالفت کرنی پڑتی ہے مثلاً کسی کا قرضہ ادا کرنا ہے لیکن نفس اس میں یہی خواہش کرتا ہے کہ کسی طرح سے اس کو دبا لوں اور اتفاق سے اس کی میعاد بھی گزر جاوے۔ اس صورت میں نفس اور بھی دلیر اور بے باک ہو گا کہ اب تو قانونی طور پر بھی کوئی مواخذہ نہیں ہو سکتا۔ مگر یہ ٹھیک نہیں، عدل کا تقاضا یہی ہے کہ اس کا دین واجب ادا کیا جاوے اور کسی حیلے سے اور عذر سے اس کو دبایا نہ جاوے۔‘‘

پھر فرمایا:

’’مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ بعض لوگ ان امور کی پرواہ نہیں کرتے اور ہماری جماعت میں بھی ایسے لوگ ہیں جو بہت کم توجہ کرتے ہیں اپنے قرضوں کے ادا کرنے میں۔ یہ عدل کے خلاف ہے۔ آنحضرت ﷺ تو ایسے لوگوں کی نماز نہ پڑھتے تھے۔ پس تم میں سے ہر ایک اس بات کو خوب یاد رکھے کہ قرضوں کے ادا کرنے میں سستی نہیں کرنی چاہئے اور ہر قسم کی خیانت اور بے ایمانی سے دور بھاگنا چاہئے کیونکہ یہ امر الٰہی کے خلاف ہے۔‘‘

(ملفوظات۔ جلد 4، صفحہ 607)

(بحوالہ کتاب تلقین عمل صفحات 369/373 ارشادات حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز)

(مطبوعہ روزنامہ الفضل ربوہ۔ 5 نومبر 2011ء، صفحہ 3)

ماہر نفسیات کہتے ہیں:

معاف کر دینے سے خوشیاں اور مسرتیں ملتی ہیں اور روٹھ کر الگ ہونے اور انتقامی جذبات کا اظہار کرنے سے بے چینی اور اضطراب (Anxiety) اور خون میں دباؤ (Depression) پیدا ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ ’’اگر تم عفو سے کام لو۔ اور درگزر کرو۔ اور معاف کر دو۔ تو یقیناً اللہ بہت بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔‘‘ (سورۃ التغابن 15:64)

استغفار کی قرآنی دعائیں

سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَکَ رَبَّنَا وَاِلَیْکَ الْمَصِیْرُo (سورۃ البقرہ 286:2)

ہم نے سنا اور ہم نے اطاعت کی۔ تیری بخشش کے طلب گار ہیں۔ اے ہمارے رب! اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِیْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا رَبَّنَا وَ لَا تَحْمِلْ عَلَیْنَآ اِصْرًا کَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَی الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِنَا رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ وَاعْفُ عَنَّا وَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَo (سورۃ البقرہ 287:2)

اے ہمارے رب! ہمارا مواخذہ نہ کر اگر ہم بھول جائیں یا ہم سے کوئی خطا ہو جائے۔ اور اے ہمارے رب! ہم پر ایسا بوجھ نہ ڈال جیسا ہم سے پہلے لوگوں پر (اُن کے گناہوں کے نتیجہ میں) تو نے ڈالا۔ اور اے ہمارے رب! ہم پر کوئی ایسا بوجھ نہ ڈال جو ہماری طاقت سے بڑھ کر ہو۔ اور ہم سے درگزر کر اور ہمیں بخش دے۔ اور ہم پر رحم کر۔ تو ہی ہمارا والی ہے۔ پس ہمیں کافر قوم کے مقابل پر نصرت عطا کر۔

رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ قِنَا عَذَابَ النَّارِo (سورۃ آل عمران 17:3)

اے ہمارے رب! یقیناً ہم ایمان لے آئے۔ پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَ اِسْرَافَنَا فِیْٓ اَمْرِنَا وَ ثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ انْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَo (سورۃ آل عمران 148:3)

اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے معاملہ میں ہماری زیادتی بھی۔ اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت عطا کر۔

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَکَفِّرْ عَنَّا سَیِّاٰتِنَا وَ تَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِo (سورۃ آل عمران 194:3)

اے ہمارے رب! پس ہمارے گناہ بخش دے اور ہم سے ہماری برائیاں دُور کر دے اور ہمیں نیکوں کے ساتھ موت دے۔

رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا سکتہ وَ اِنْ لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَ تَرْحَمْنَا لَنَکُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِیْنَo (سورۃ الاعراف 24:7)

اے ہمارے رب! ہم نے اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اگر تو نے ہمیں معاف نہ کیا اور ہم پر رحم نہ کیا تو یقیناً ہم گھاٹا کھانے والوں میں سے ہو جائیں گے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِاَخِیْ وَ اَدْخِلْنَا فِیْ رَحْمَتِکَ صلے وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَo (سورۃ الاعراف 152:7)

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے بھائی کو بھی اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے۔

اَنْتَ وَلِیُّنَا فَاغْفِرْ لَنَا وَ ارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الْغٰفِرِیْنَ o (سورۃ الاعراف 156:7)

تو ہی ہمارا ولی ہے۔ پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو بخشنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْحِسَابُo (سورۃ ابراہیم 42:14)

اے ہمارے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور مومنوں کو بھی جس دن حساب برپا ہوگا۔

رَّبِّ اغْفِرْ وَارْحَمْ وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَ o (سورۃ المومنون 119:23)

اے میرے رب! بخش دے اور رحم کر اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَیْرُ الرّٰحِمِیْنَo (سورۃ المومنون 110:23)

اے ہمارے رب! ہم ایمان لے آئے۔ پس ہمیں بخش دے اور ہم پر رحم کر اور تو رحم کرنے والوں میں سب سے بہتر ہے۔

رَبِّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ فَاغْفِرْ لِیْ (سورۃ القصص 17:28)

اے میرے رب! یقیناً میں نے اپنی جان پر ظلم کیا۔ پس مجھے بخش دے۔

رَبَّنَا وَسِعْتَ کُلَّ شَیْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِیْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِیْلَکَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِo (سورۃ المومن 08:40)

اے ہمارے رب! تو ہر چیز پر رحمت اور علم کے ساتھ محیط ہے۔ پس وہ لوگ جنہوں نے توبہ کی اور تیری راہ کی پیروی کی ان کو بخش دے اور ان کو جہنم کے عذاب سے بچا۔

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِاِخْوَانِنَا الَّذِیْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِیْمَانِ وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّکَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌo (سورۃ الحشر 11:59)

اے ہمارے رب! ہمیں بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی جو ایمان میں ہم پر سبقت لے گئے اور ہمارے دلوں میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے کوئی کینہ نہ رہنے دے۔ اے ہمارے رب! یقیناً تو بہت شفیق (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔

رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَ لِوَالِدَیَّ وَ لِمَنْ دَخَلَ بَیْتِیَ مُؤْمِنًا وَّ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ط (سورۃ نوح 29:71)

اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے والدین کو بھی اور اسے بھی جو بحیثیت مومن میرے گھر میں داخل ہوا اور سب مومن مردوں اور سب مومن عورتوں کو۔

(روزنامہ الفضل لندن۔ 17 اپریل 2020ء)

اسکندریہ کی لائبریری کو کس نے جلایا؟

مکرم ڈاکٹر حبیب الرحمٰن صاحب ریجائنا

سکندرِ اعظم نے اسکندریہ کی بنیاد 331 قبل مسیح میں ڈالی۔ اس کے بعد (Ptolemic) بطلیموسی بادشاہوں نے اسکندریہ کی اور اپنی شان بڑھانے کے لئے ایک لائبریری قائم کی جو قدیم دنیا میں ایک عظیم علمی درس گاہ ثابت ہوئی۔ لائبریری کے دو حصے تھے ایک عجائب گھر اور ایک لائبریری۔ بطلیموسی بادشاہوں نے یونانی علماء اور ماہرین کو اسکندریہ میں خوش آمدید کہا تاکہ وہ اس لائبریری میں ریاضیات، طب، ادب، شاعری، طبیعیات اور فلسفے کے علوم پر کام کریں۔ Euclid جس کو بابائے جیومیٹری کہتے ہیں، ارشمیدس "Archimedes" جو ریاضیات میں کوئی ثانی نہیں رکھتا اور Eratosthenes جس کو جغرافیہ کا موجد کہا جاتا ہے جیسے عظیم علماء بھی اس لائبریری میں ریسرچ کرتے رہے ہیں۔ عبرانی صحائف کا یونانی زبان میں پہلا ترجمہ بھی اسی لائبریری میں ہوا۔ اس لائبریری میں کتنی کتب تھیں اس کا اندازہ کسی کو نہیں۔ مختلف اندازوں کے مطابق اس میں چالیس ہزار 40,000 سے دو لاکھ 200,000 نسخے تھے۔ کچھ مورخین کے مطابق اس میں سات لاکھ 700,000 نسخے تھے۔ کہا جاتا ہے کہ بطلیموس ثالث تمام دنیا کی کتابوں کو اس لائبریری میں جمع کرنے کا خواہشمند تھا۔ اس مقصد کے لئے اس نے ہر ملک کے حکمران سے اس وعدے پر کتابیں منگوائیں کہ ان کو نقل کرنے کے بعد واپس کر دیا جائے گا۔ لیکن جب یونانیوں نے اسے Euripides, Aeschylus اور Sophocles جیسے عظیم علماء کے نسخے بھیجے تو اس نے ان کی نقل تو کر لی لیکن اصل بھی رکھ لئے اور واپس نہیں کئے۔ اسی طرح کسٹم کے حکام کو یہ حکم تھا کہ بحری جہازوں میں جو کتب ملیں ان کو ضبط کر کے لائبریری میں جمع کر دیا جائے۔ غرض اسکندریہ کی لائبریری اپنے زمانے کی ایک عظیم اور عالمی شہرت یافتہ درسگاہ ثابت ہوئی۔

بعد کے کسی زمانے میں اس لائبریری کو جلا دیا گیا اور اس طرح دنیا ایک بے بہا علمی خزانے اور نادر قلمی نسخوں سے محروم ہو گئی۔ مستشرقین اس لائبریری کے جلانے کا الزام حضرت عمرؓ کو دیتے ہیں۔ یہ الزام پہلی بار ایک عیسائی تاریخ دان بار ہیبریس (Barhebraeus) جس کو ابوفراج کے نام سے بھی یاد کیا جاتا ہے نے اپنی کتاب شاہی خاندانوں کی تاریخ میں تیرھویں صدی عیسوی میں لگایا۔ مغربی دنیا میں اس الزام کی شہرت اس وقت ہوئی جب آکسفورڈ یونیورسٹی کے عربی کے پروفیسر ایڈورڈ پوکوک (Edward Pococke) نے 1663ء میں اس کتاب کا عربی سے لاطینی زبان میں ترجمہ کیا۔ مغربی مصنفوں کے مطابق ابوفراج نے یہ واقعہ عبداللطیف بغدادی کی کتاب تاریخِ مصر سے لیا ہے۔ اس کے علاوہ القفطی کی تاریخ الحکماء میں بھی اس واقعہ کا ذکر ملتا ہے۔

ابوفراج جس کے باپ نے یہودیت چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر لی تھی 1226ء میں پیدا ہوا تھا۔ ابوفراج 21 سال کی عمر میں آذربائیجان کے صوبہ گوبہ کا بشپ مقرر ہوا اور ترقی کر کے بڑے پادری کے درجہ تک پہنچا۔ ابوفراج نے شامی زبان میں تاریخ کی ایک جامع کتاب لکھی۔ اس نے اس کتاب کا ایک خلاصہ عربی زبان میں بھی لکھا۔ یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ اصل کتاب میں تو اس واقعہ کا نام و نشان بھی نہیں ملتا جب کہ خلاصے میں یہ واقعہ تفصیل سے درج ہے۔

ابوفراج کے مطابق جب حضرت عمرو بن العاصؓ نے مصر فتح کیا تو یحییٰ النحوی John the Grammarian نے ان سے درخواست کی کہ لائبریری کو تباہ نہ کیا جائے۔ ابوفراج لکھتا ہے:

ایک دن یحییٰ نے عمرو کو کہا تم نے اسکندریہ کی ہر چیز پر قبضہ کر لیا ہے۔ مجھے اس بات پر کوئی اعتراض نہیں کہ تم وہ چیزیں تو رکھو جن کی تمہیں ضرورت ہے لیکن میرے خیال میں ہم لوگ ان چیزوں کے زیادہ حقدار ہیں جو تمہارے کسی کام کی نہیں۔ عمرو نے پوچھا کہ اسے کیا چاہیئے۔ یحییٰ نے جواب دیا کہ شاہی لائبریریوں میں جو فلسفے کی کتب ہیں اس کو تحفہ میں دے دی جائیں۔ عمرو نے جواب دیا کہ اس معاملے میں وہ خلیفہ کی اجازت کے بغیر کچھ نہیں کرسکتا۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے خلیفہ وقت کو لکھا۔ جس کے جواب میں حضرت عمرؓ نے لکھا اگر تو ان کتب کا مواد کتاب اللہ سے موافقت رکھتا ہے تو یہ کتابیں بے کار ہیں اور انہیں محفوظ کرنے کی ضرورت نہیں ہے اور اگر ان کا مواد کتاب اللہ کے مخالف ہے تو یہ نقصان دہ ہیں اور ان کو ضائع کر دینا چاہئے۔ خلیفہ وقت کے حکم کے مطابق حضرت عمرو بن العاصؓ نے یہ کتابیں اسکندریہ کے چار ہزار غسل گھروں میں بھجوا دیں جہاں یہ کتابیں بھٹیاں گرم کرنے کے لئے استعمال ہوئیں۔ ان کتب کی تعداد اتنی زیادہ تھی کہ یہ چھ ماہ تک ان بھٹیوں کو ایندھن مہیا کرتی رہیں۔

حضرت عمرؓ پر یہ ایک ایسا گھناؤنا الزام ہے جس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ حضرت عمرؓ اس رسول ﷺ کے عظیم الشان صحابی تھے جن کی تعلیم تھی کہ علم حاصل کرو اگر چین بھی جانا پڑے۔ حضرت عمرؓ کی زندگی پر ایک نظر ڈالنے سے پتہ چلتا ہے کہ وہ ایک علم دوست شخص تھے اور رسولِ کریم ﷺ کے ہر حکم پر عمل کرنا اپنے ایمان کا حصہ سمجھتے تھے۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے آقا کی تعلیم کے خلاف عمل کریں اور اس قدر تعصب کا مظاہرہ کریں۔ حضرت عمرؓ کے غیر جانبدارانہ رویے کا اندازہ اس صلح نامہ پر نظر ڈالنے سے ہوتا ہے جو حضرت عمرو بن العاصؓ نے فتح مصر کے موقع پر کیا:

حضرت عمرو بن العاصؓ نے اہلِ مصر کو جان و مال اور مذہب کی پناہ دی ہے۔ ان کے گرجے، صلیبیں اور خشکی و تری کے تمام مقامات محفوظ رہیں گے بشرطیکہ وہ جزیہ ادا کریں اور مجتمع ہو کر یہ صلح نامہ قبول کریں۔

ان سے انتہائی آمدنی پانچ کروڑ کے قریب وصول کی جائے گی۔ اگر ان میں سے کوئی جزیہ ادا کرنے سے انکار کرے گا تو ان سے جزیہ وصول نہیں ہوگا۔ مگر اس کی حفاظت کی ذمہ داری سے ہم بری ہوں گے۔ اگر ان کی آمدنی مقررہ رقم سے کم ہوئی تو اس قدر اندازے سے وصولی کی رقم کم کر دی جائے گی۔ روم وحبشہ کے باشندوں میں سے جو کوئی اس صلح نامے میں شامل ہونا چاہے تو ان کے حقوق و فرائض بھی اہلِ مصر کے حقوق و فرائض کے برابر

ہوں گے۔ جو اس سے انکار کرے اور دوسری جگہ جانا چاہے تو اسے مکمل پناہ دی جائے گی تا آنکہ وہ اس کے مقام پر پہنچ جائے یا ہماری سلطنت سے نکل جائے۔ (تاریخ طبری۔ جلد سوم، حصہ اول)

اس صلح نامے میں صاف شق ہے کہ ان کے گرجے، صلیبیں اور خشکی وتری کے تمام مقامات محفوظ رہیں گے۔ جس شخص کا کردار یہ ہو کہ وہ ایک شہر میں فاتح ہو کر داخل ہوا ور مفتوح قوم کے ساتھ انصاف کا ایسا سلوک کرے جس کی مثال نہیں ملتی اس سے کیسے توقع کی جاسکتی ہے کہ وہ اپنے معاہدے سے پھر جائے اور تعصب کی وجہ سے علم کے خزانوں کو صرف اس لئے جلانے کا حکم دے کہ وہ غیر مسلموں کی محنت کا نتیجہ تھا۔

حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسکندریہ کی فتح کے فوراً بعد حضرت عمرؓ کو فتح کی خبر دیتے ہوئے لکھا:

اس شہر میں چار ہزار غسل گھر، چار ہزار چبوترے والے گھر، چالیس ہزار ٹیکس دینے والے یہودی، چار سو تفریح گاہیں اور بارہ ہزار باغات ہیں جن میں سبزیاں پیدا ہوتی ہیں۔

غور کرنے کی بات ہے کہ اس خط میں جس میں نویدِ فتح دی جارہی ہے غسل گھروں اور شاہی باغات کا تو ذکر ہے لیکن ایک قدیم عظیم الشان لائبریری کا کوئی ذکر نہیں۔ اس کا صرف ایک ہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اسکندریہ کی فتح کے موقع پر اسکندریہ میں اس عظمت کی کوئی لائبریری نہیں تھی۔

حضرت عمرؓ کے کردار کے علاوہ تاریخی شواہد بھی اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ اسکندریہ کی لائبریری کی تباہی حضرت عمرؓ کے حکم سے نہیں ہوئی۔ حضرت عمرو بن العاصؓ نے اسکندریہ کو 642 عیسوی میں فتح کیا جب کہ حضرت عمرؓ پر لائبریری کے جلانے کا الزام پہلی بار فتحِ اسکندریہ کے 500 سال بعد لگا۔ اس عرصے میں نہ صرف اسلامی تاریخ میں بلکہ قبطی اور بازنطینی تواریخ میں یا عیسائیوں اور یہودیوں کی لکھی گئی تاریخ کی کتب میں کہیں یہ ذکر نہیں ملتا کہ حضرت عمرؓ نے اسکندریہ کی لائبریری کے جلانے کا حکم دیا تھا۔ اگر لائبریری کی تباہی مسلمانوں کے ہاتھوں ہوئی ہوتی تو عیسائی اور یہودی تاریخ دانوں سے متوقع نہیں کہ وہ اس کا ذکر اپنی کتب میں نہ کرتے۔ اس کے علاوہ یحییٰ النحوی John the Grammarian جس نے بقول ابوالفراج کے حضرت عمرو بن العاصؓ سے لائبریری کو تباہ نہ کرنے کی درخواست کی تھی اسکندریہ کی فتح سے پہلے ہی وفات پا چکا تھا۔ پھر یہ کیسے ممکن ہے کہ اس نے حضرت عمرو بن العاصؓ سے یہ درخواست کی ہو۔ چونکہ لائبریری کی تباہی کا ذکر ابوالفراج کی تاریخ کی اصل کتاب میں نہیں ہے بلکہ صرف اس کے خلاصے میں ہے یہ نہ صرف ممکن بلکہ اغلب ہے کہ Professor Pococke نے یہ واقعہ بعد میں اس خلاصے میں شامل کیا ہو کیونکہ Pococke نے اس خلاصے کو مدون کیا تھا اور بقول مولانا شبلی نعمانی وہ مسلمانوں کو بدنام کرنے کے لئے واقعات کے گھڑنے میں بہت ہوشیار تھا۔

یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ تاریخ طبری جو اسلامی تاریخ میں ایک نام رکھتی ہے میں اس واقع کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اس کے علاوہ تاریخ کی مشہور کتب جن میں البلازری کی فتوح البلدان، تاریخ ابنِ اثیر اور تاریخ ابنِ خلدون شامل ہیں جن میں اسکندریہ کی فتح کا تفصیلی ذکر ہے اس واقعہ کا کہیں ذکر نہیں ملتا۔ یہاں تک کہ اسکندریہ کے کلیسا کا بڑا لاٹ پادری Eusex جس نے اسکندریہ کی فتح کے حالات تفصیل سے لکھے ہیں، وہ بھی اس واقعہ کا کوئی ذکر نہیں کرتا۔

مغربی مصنف عبداللطیف بغدادی کو اس واقعہ کا شاہد گردانتے ہیں۔ لیکن عبداللطیف بغدادی 557 ہجری میں پیدا ہوا تھا جو اس واقعہ کے 500 سال بعد کا زمانہ ہے۔ مولانا شبلی نعمانی اپنے رسالہ کتب خانہ اسکندریہ میں عبداللطیف بغدادی کی کتاب کے اس حصے کا متن لکھتے ہیں جس میں بقول مغربی مصنفوں کے اسکندریہ کی لائبریری کی تباہی کا ذکر کیا گیا ہے:

اور میں نے معلوم کیا کہ یہ وہی پیش گاہ ہے جس میں ارسطو اور اس کے بعد اس کے شاگردوں نے پڑھایا اور یہ وہی اکیڈمی تھی جس کو سکندرِ اعظم نے اس وقت قائم کیا تھا جب اس نے یہ شہر تعمیر کرایا اور اس میں وہ لائبریری تھی جس کو عمرو بن العاصؓ نے خلیفہ عمرؓ کے حکم سے جلا دیا تھا۔

بقول مولانا شبلی نعمانی نہ صرف یہ کہ عبداللطیف کے حالات کا تجزیہ غلط ہے بلکہ اس جملے میں وہ تمام واقعات جو وہ بیان کر رہا ہے غلط ہیں۔ نہ ہی یہ جگہ ارسطو کی پیش گاہ تھی نہ ہی اس نے کبھی یہاں لیکچر دیئے۔ اس جملے سے یہ بھی صاف ظاہر ہے کہ عبداللطیف بغدادی کو اصل تاریخی واقع کا علم نہیں تھا اور اس نے صرف جو لوگوں سے سنا وہی بیان کر دیا۔

مغربی دنیا کے انصاف پسند تاریخ دانوں نے بھی حضرت عمرؓ کو اس لائبریری کی تباہی سے مستثنیٰ قرار دیا ہے۔ چنانچہ سڈنی یونیورسٹی کے تاریخ کے پروفیسر Roy Macleod اپنی کتاب The library of Alexandra, centre of learning in the ancient world میں لکھتے ہیں:

ایسے معلوم ہوتا ہے کہ اسکندریہ کی دونوں لائبریریاں چوتھی صدی کے آخر میں تباہ کی گئی تھیں اور عیسائی تاریخ میں اس کے بعد کی صدیوں میں اسکندریہ کی کسی لائبریری کے باقی رہنے کا کوئی ذکر نہیں ملتا۔

اسی طرح پرنسٹن یونیورسٹی کے پروفیسر Bernard Lewis کہتے ہیں:

یقیناً اب وقت آ گیا ہے کہ خلیفہ عمرؓ اور عمرو بن العاصؓ کو اس الزام سے پاک کر دیا جائے جو ان کے چاہنے والوں نے اور بعد میں ان کے مخالفوں نے سازش کر کے اُن پر لگائے۔

Bernard Lewis کا یہ کہنا کہ یہ الزام حضرت عمرؓ کے چاہنے والوں نے حضرت عمرؓ پر لگائے عجیب سا لگتا ہے۔ اس کی تفصیل وہ یوں بیان کرتا ہے:

... یہ قصہ عظیم مسلمان ہیرو صلاح الدین ایوبی کے وقت میں اہمیت اختیار کر گیا ہوگا جو نہ صرف صلیبی جنگوں میں فاتح کے طور پر بلکہ شاید اس سے زیادہ اہمیت کی حامل اس کی وہ شہرت ہے جو اس کو قاہرہ میں ملحدانہ فاطمی خلافت جس کے اسماعیلی نظریات نے صدیوں سے مسلمانوں کی وحدت کو خطرے میں ڈالا ہوا تھا، کو ختم کرنے کی وجہ سے ملی۔... ابن القفتی کا باپ صلاح الدین ایوبی کا پیروکار تھا جس کو صلاح الدین ایوبی نے نئے مفتوح شہر (یروشلم) میں قاضی کے عہدے پر فائز کیا تھا۔ قاہرہ میں سنی اسلام کو دوبارہ قائم کرنے کے بعد صلاح الدین ایوبی نے پہلا کام یہ کیا کہ فاطمی مجموعوں اور خزانوں کا تجزیہ کر کے عوام میں ان کی نیلامی کی۔ ان میں ایک معقول بڑی لائبریری جو شاید ملحدانہ فاطمی کتب سے بھری ہوئی تھی، بھی شامل تھی۔ اس لائبریری کی تباہی پر اگرچہ وہ ملحدانہ کتابوں پر مشتمل تھی مہذب ادبی دنیا کی طرف سے مذمت کی آوازیں اٹھی ہوں گی۔ صلاح الدین ایوبی کو اس فرضی داستان حضرت عمرؓ کا اسکندریہ کی لائبریری کو تباہ کرنا، نے ایک صاف جواز دے دیا۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ اس فرضی داستان کا مقصد یہ تاثر دینا تھا کہ خلیفہ عمرؓ ایک وحشی انسان تھا کیونکہ اس نے ایک لائبریری تباہ کی بلکہ یہ تھا کہ لائبریری کو تباہ کرنے کا یہ جواز ہے کہ قابلِ احترام خلیفہ عمر کے دور میں اس کی مثال ملتی ہے۔

Bernard Lewis کے صلاح الدین ایوبی کے بارہ میں پیش کردہ مفروضے کو اس بات سے تقویت ملتی ہے کہ ابن القفتی کے خاندان کے صلاح الدین ایوبی کے ساتھ گہرے مراسم تھے۔ نہ

صرف یہ کہ صلاح الدین ایوبی نے ابن القفتی کے باپ کو یروشلم کا قاضی مقرر کیا تھا۔ابن القفتی خود Allepo کا قاضی مقرر ہوا تھا۔ چونکہ ابن القفتی اور صلاح الدین ایوبی نے فاطمی شیعہ حکومت کا خاتمہ کیا تھا اور صلیبی جنگوں کے لئے صلاح الدین ایوبی کو مالی ضرورت تھی۔اس نے یہ ضرورت فاطمی شیعہ حکومت کے دور میں جمع کئے گئے خزانے اور نایاب کتب کی نیلامی کے ذریعے پوری کی۔ لیکن جب ان نایاب کتب کی نیلامی پر اعتراضات ہونے شروع ہو گئے تو اس کا تدارک یہ فرضی داستان پھیلا کر کیا گیا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے فعل سے اس کام کی اجازت دی ہے۔

Bernard Lewis کا لائبریریوں کے نیلام کرنے کا مفروضہ صرف ایک بے بنیاد مفروضہ نہیں ہے بلکہ اس بات کا ثبوت ہے کہ صلاح الدین ایوبی نے مصر فتح کرنے کے بعد لائبریریوں اور محل کے خزانوں کی نیلامی کی تھی۔ چنانچہ المقریزی نے جو ایک مشہور سنی مصری تاریخ دان ہے اور جو خاص طور سے فاطمی حکومت کی تاریخ کا ماہر سمجھا جاتا ہے، لکھا ہے کہ جب صلاح الدین ایوبی نے مصر پر قبضہ کر لیا تو اس نے مشہور فاطمی لائبریری کی نیلامی کا اعلان کیا۔ابنِ سورا نے اس نیلامی کا بیڑا اٹھایا جو کئی سالوں تک جاری رہی۔المقریزی مزید لکھتا ہے کہ یہ لائبریری عجائباتِ دنیا میں سے ایک تھی اور تمام مسلمان دنیا میں اس کا کوئی ثانی نہیں تھا۔

ابوفراج کا یہ بیان کہ یہ کتابیں چھ مہینے تک غسل گھروں کی بھٹیوں کو ایندھن فراہم کرتی رہیں ناقابلِ یقین ہے۔ Bernard Lewis کے مطابق بھٹیوں کو اتنے عرصہ تک ایندھن فراہم کرنے کے لئے ایک کروڑ چالیس لاکھ کتابوں کی ضرورت پڑتی۔

مشہور مستشرق Edward Gibbon اپنی کتاب The decline and fall of Roman Empire میں اس الزام کے بارہ میں لکھتا ہے:

جہاں تک میرا تعلق ہے میری تحریص سختی سے اس واقعہ کو اور اس کے نتائج کو جھٹلاتی ہے گبن کے نزدیک اس واقعہ کا فتح مصر کے 600 سال بعد اچانک نمودار ہونا اور اس واقعہ کا اسلامی تعلیمات اور اقدار کے خلاف ہونا اس بات کا ثبوت ہے کہ واقعہ کسی کے ذہن کی اختراع ہے۔

اگر اسکندریہ کی لائبریری حضرت عمرؓ کے حکم سے نہیں جلائی گئی تھی تو اس لائبریری کی تباہی کیسے ہوئی۔اس سوال کا جواب محققین کے نزدیک واضح نہیں ہے اور اس کے بارہ میں مختلف آرا ہیں۔

پہلی رائے کے مطابق جولیس سیزر (Julius Caeser) کی فوجوں نے جب 48 قبل مسیح میں اسکندریہ پر قبضہ کیا تو ایک موقع پر دشمن نے اس کا سمندری رابطہ منقطع کرنے کی کوشش کی جس کے بعد سیزر نے اپنے جہازوں کو آگ لگا دی۔ یہ آگ بندرگاہ کو جلانے کے بعد پھیل گئی جس میں لائبریری بھی جل گئی۔

لیکن کچھ تاریخ دانوں کا کہنا ہے کہ اس آگ سے تمام لائبریری نہیں جلی تھی اگرچہ اس کے کچھ حصے کو نقصان پہنچا تھا اور 41 قبل مسیح میں مارک انٹونی (Mark Antony) نے ایک جنگ کے دوران ایک دوسری لائبریری (Library of Pergamon) کو لوٹ کر اس کی کتب کلیو پیٹرا (Cleopatra) کو اسکندریہ کی لائبریری کی جلائی ہوئی کتب کے عوض پیش کی تھیں۔

ایک اور روایت کے مطابق اسکندریہ کی لائبریری اس وقت تباہ ہوئی جب رومی بادشاہ Aurelian نے 272 عیسوی میں اسکندریہ پر ملکہ زینوبیا (Queen Zenobia of Palmyra) کی بغاوت کو مٹانے کے لیے حملہ کیا۔

کچھ تاریخ دان اس بات پر متفق ہیں کہ اسکندریہ کی لائبریری 391 عیسوی میں پوپ تھیوفلس (Pope Theophilus of Alexandria) کے حکم سے تباہ کی گئی۔ یہ وہ وقت تھا جب رومی حکومت میں عیسائیت پھیل چکی تھی اور رومی بادشاہ (Emperor Theodosius1) کے حکم سے مظاہر پرستی کو خلافِ قانون قرار دیا جا چکا تھا۔اسکندریہ کے پوپ نے تمام بت کدے بند کرا دیے اور پوپ کے اصرار پر بادشاہ نے ایسے تمام مندر گرانے کا حکم دیا جہاں بت پرستی ہوتی تھی۔ پوپ نے نہایت جانفشانی سے یہ کام سرانجام دیا اور Serapeum کو تباہ کروایا۔

Serapeum میں ایک بڑی لائبریری تھی جو اس کاروائی کے دوران تباہ کر دی گئی۔لیکن کچھ اور تاریخ دان اس بات سے متفق نہیں ہیں اور ان کا کہنا ہے کہ Serapium کی لائبریری اسکندریہ کی عظیم لائبریری کے علاوہ ایک لائبریری تھی اور اسکندریہ کی لائبریری اس سے بہت پہلے سیزر کے دور میں تباہ ہو چکی تھی۔

کیمبرج یونیورسٹی کے James W.P Campbell جو Studies in architecture and history of art کے ڈائرکٹر ہیں The Libray, A world history میں لکھتے ہیں:

یہ کہانی غالباً عیسائی پروپیگنڈا سے زیادہ کچھ نہیں ہے۔ پیپائرس (Papyrus) یعنی وہ کاغذ جس پر اس زمانے میں کتابیں لکھی جاتی تھیں۔ آٹھ صدیوں تک دیرپا نہیں رہ سکتا خاص طور پر اسکندریہ کی مرطوب فضا میں۔ اسکندریہ کی لائبریری کی تباہی کی یہی سب سے اغلب وجہ ہے کہ جب رومی حکومت نے طاقت اور اثر و رسوخ کھو دیا تو لائبریری کے چلانے کے لئے جو مالی اخراجات درکار تھے وہ بھی ختم ہو گئے جس کے نتیجے میں یہ غفلت سے دوچار ہو گئی۔

اسکندریہ کی لائبریری کی تباہی کی وجہ جو بھی ہو یہ بات ظاہر ہے کہ اسکندریہ کی لائبریری کی تباہی مسلمانوں کے ہاتھوں سے نہیں ہوئی اور خاص طور پر اس میں حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا کوئی عمل دخل نہیں تھا۔ امر واقعہ یہ ہے کہ اسکندریہ کی لائبریری حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دورِ خلافت سے بہت پہلے تباہ کی جا چکی تھی۔

اعلانِ نکاح

خدا تعالیٰ کے فضل اور رحم کے ساتھ مورخہ 10 جولائی بروز جمعۃ المبارک شام 6 بجے محترم آصف مجاہد خاں صاحب مربی سلسلہ ٹرانٹو جماعت نے محترمہ فوزیہ اکرم صاحبہ اور مکرم محمد اکرم یوسف صاحب نمائندہ خصوصی احمدیہ گزٹ کینیڈا کے صاحبزادے مکرم عطا الحیٔ صاحب کا بعوض پینتیس ہزار کینیڈین ڈالر ($35,000) حق مہر کے ساتھ محترمہ تابندہ جعفری صاحبہ اور مکرم عباس جعفری صاحب ڈرہم کی صاحبزادی محترمہ ثنا جعفری صاحبہ کے نکاح کا اعلان فرمایا۔

موجودہ حالات اور حفاظتی پابندیوں کے باعث یہ اعلان مسجد میں نہ ہو سکا۔لہٰذا بیلہ بنکوئٹ ہال وان کے بیرونی سبزہ زار پر محدود سی تقریب کا اہتمام کیا گیا۔ محترم مربی صاحب سلسلہ نے نکاح کی مسنون آیات کے بعد اپنے مختصر خطاب میں جانبین کی توجہ تقویٰ کے مضمون کی طرف دلوائی اور خدا تعالیٰ کے خوف کو دلوں میں جاگزیں کرنے کی تحریک فرمائی اور رشتہ کے بابرکت ہونے کے لئے اجتماعی دعا کروائی۔

احباب جماعت سے دعا کی درخواست ہے کہ اللہ تعالیٰ اس رشتہ کو ہر لحاظ سے دونوں خاندانوں کے لئے بابرکت فرمائے اور انہیں ثمرات حسنہ سے نوازے۔ آمین

پانچ بابرکت کام

مکرم ایم۔اے سلمان صاحب

آج کل تمام دنیا میں کرونا وائرس کی وجہ سے لوگ اپنے گھروں میں سمٹ گئے ہیں دفتر، کاروبار، سکول سب بند ہو چکے ہیں سارا وقت گھروں میں گزارنے کی حکومتیں بھی تلقین کر رہی ہیں۔ اگرچہ یہ سخت ابتلاء کے دن ہیں۔ لیکن ایک مومن آسائش ہو یا ابتلاء وہ ہمیشہ خیر کی حالت میں ہی رہتا ہے۔ یہی بشارت نبی کریم ﷺ نے عطا فرمائی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مومن کا معاملہ بھی عجیب ہے کیونکہ وہ ہر حال میں خیر میں ہوتا ہے۔ اور یہ بات سوائے مومن کے کسی اور کے لئے نہیں۔ اگر اسے خیر پہنچے تو وہ شکر کرتا ہے تو یہ اُس کے لئے خیر کا موجب بن جاتا ہے اور اگر اسے شر پہنچے تو وہ صبر کرتا ہے تو یہ بھی اُس کے لئے خیر بن جاتا ہے۔

(المعجم الوسط. باب العین مِن اسمہ علی)

پس اِن حالات میں جہاں ہمیں صبر سے کام لینا چاہئے۔ گھر میں فرصت کے ان لمحات کو ایک نعمتِ عظمیٰ سمجھتے ہوئے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھانا چاہئے خاص طور پر پانچ باتوں کا کرنا، بہت بابرکت اور خیرِ کثیر کا موجب ہوگا۔

1۔ نماز باجماعت

جہاں جہاں مساجد میں جانا منع یا محال ہے، وہاں گھروں میں باقاعدگی سے باجماعت نماز کا اہتمام کرنا اور خاص طور پر نماز تہجد کا بھی التزام کرنا باعثِ برکت اور رحمت ہوگا۔

2۔ تلاوت قرآن کریم

گھر کا ہر فرد روزانہ فجر کے بعد تلاوتِ قرآن کریم کرے اور ساتھ ترجمہ بھی پڑھے۔ خدام، انصار اور لجنات اگر تفسیر کا کچھ حصہ بھی پڑھ لیں تو بہت مفید ہوگا۔

3۔ کتب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب ایک بیش بہا علمی اور روحانی خزانہ ہے خود آپؑ اور تمام خلفاء نے بار بار تلقین کی ہے کہ روزانہ آپؑ کی کتب کا مطالعہ کیا جائے۔ آج کل بہت سا وقت گھر میں مل رہا ہے، خاص طور پر طلباء کے لئے ضروری ہے کہ وہ ضرور ان کتب کا بھی مطالعہ کریں، اس سے اُن کی ذہنی صلاحیتوں میں نکھار پیدا ہوگا یاد رکھیں یہ قرآن وحدیث کی بہترین تفسیر ہیں۔

4۔ ایم ٹی اے

اس سائنسی دور کی ایک نعمتِ عظمیٰ ایم ٹی اے ہے۔ ٹھیک ہے دوسرے چینلز پر خبریں وغیرہ بھی دیکھی جارہی ہیں لیکن کچھ وقت ضرور ہر گھر ایم ٹی اے کو بھی دے۔

5۔ روزنامہ الفضل آن لائن

روزنامہ الفضل کو اب 106 سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا لگایا ہوا یہ پودا ہمیشہ سے ہی خلافت کی آواز رہا ہے اور احباب جماعت کی تعلیم و تربیت اور ان کی علمی پیاس بجھانے کا عظیم کام کرتا چلا آیا ہے۔ اب یہ حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اجازت اور خواہش کے مطابق لندن سے آن لائن جاری ہوتا ہے۔ اس میں آیات کریمہ، احادیث، ملفوظات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام، خلیفۂ وقت اور خلفاء سلسلہ کے قیمتی ارشادات، علمی اور تربیتی مضامین نیز بیرونی ممالک کی جماعتوں کی رپورٹس اور معلوماتی مضامین کا خزانہ شامل ہوتا ہے۔ اپنے اِن فارغ اوقات میں اور انٹرنیٹ کا مثبت استعمال کرتے ہوئے اس کو ضرور روزانہ خود بھی پڑھیں اور اپنے بچوں کو بھی سنائیں۔ حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے بھی اپنے حالیہ پیغام میں اس کے پڑھنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

یقیناً یہ پانچوں کام ایسے بابرکت، عظیم اور نفع رساں ہیں جن کی برکات اور فوائد کا کوئی شمار نہیں۔ امر واقع یہ ہے کہ ان سے استفادہ کرنے سے رحمت اور برکت کے فرشتے گھروں پر نازل ہوں گے، موجودہ وبائی حالات میں تو پہلے سے زیادہ اِن کی اہمیت بڑھ گئی ہے۔ پس ہم سب کو اس شر والے دَور سے خیر کو سمیٹتے ہوئے باہر نکلنا چاہئے۔ اللہ کرے کہ ایسا ہی ہو۔ آمین

رشتہ ناطہ کے معاملات

سوال و جواب

نیشنل شعبہ تربیت لجنہ اماء اللہ کینیڈا کے تحت رشتہ ناطہ اور اس کے مسائل سے متعلق سوالات و جوابات کا ایک سلسلہ پیش کیا جارہا ہے جو کہ قرآنِ مجید واحادیث کی تعلیمات اور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے فرمودات کی روشنی میں مرتب کیا گیا ہے۔ اِن کا بنیادی مقصد رشتہ ناطہ اور شادی بیاہ کے معاملات میں تقویٰ کی اہمیت اور برکت کو اجاگر کرنا ہے۔

سوال نمبر 5: اسلام خواتین کو زندگی میں محض کیریئر (Career) بنانے کی ترغیب کیوں نہیں دیتا؟

واقفاتِ نو (یوکے) کے نیشنل اجتماع 2017ء کے موقع پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہِ العزیز نے فرمایا:

"حقوق العباد کی ادائیگی میں سب سے اہم تو ایک ماں کا اپنے بچوں کو، خواہ وہ لڑکے ہوں یا لڑکیاں، نیک رنگ میں پالنا اور انہیں تعلیم دینے کا فریضہ ہے۔ تا کہ بڑے ہو کر وہ مزید آگے بڑھیں اور اپنی قوم کے لئے ایک عظیم سرمایہ ثابت ہوں۔ تاہم اسلام یہ کہیں نہیں کہتا کہ عورتیں اپنے گھروں میں ہی محدود رہیں جیسا کہ بعض اوقات الزام لگایا جاتا ہے۔

مثال کے طور پر، بعض لڑکیاں اور عورتیں اپنی تعلیم میں آگے جاتی ہیں اور غیر معمولی نتائج حاصل کرتی ہیں تو اسلام یہ نہیں کہتا کہ وہ اپنی صلاحیتیں یا ٹیلنٹ (Talent) ضائع کر دیں اور صرف گھر بیٹھی رہیں۔ اسلام انہیں اُن کی ممکنہ صلاحیتوں کو حاصل کرنے سے روکتا نہیں ہے، بلکہ وہ ایسے پیشے اختیار کر سکتی ہیں جن سے وہ انسانیت کو فائدہ دے سکیں اور خدمت کر سکیں۔ پس وہ خواتین جن میں ڈاکٹر یا ٹیچر یا کوئی ایسا پیشہ اختیار کرنے کی صلاحیت ہے، جو انسانیت کے لئے فائدہ مند ہے تو وہ اسے اختیار کر سکتی ہیں۔ البتہ اس کے ساتھ انہیں اپنے بچوں اور خاندان کے تعلق سے فرائض کو بھی نظر انداز نہیں کرنا چاہئے۔ ایسی خواتین کو مؤثر رنگ میں اپنے وقت کو منظم کرنا چاہئے۔ اور اس بات کو یقینی بنائیں کہ ان کے بچے کسی بھی طرح سے نظر انداز نہ ہوں۔

(باقی صفحہ 31)

حقیقی نماز وہی ہے جس کے پڑھنے کے بعد انسان اپنے آپ میں تبدیلی محسوس کرے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

روحانی وجود کے پہلے مرتبہ کے لئے یعنی حالت خشوع کے لئے ممکن ہے کہ وہ رحیم کی کشش اور تعلق سے پہلے ہی برباد ہو جائے۔ جیسا کہ بہت سے لوگ ابتدائی حالت میں اپنی نمازوں میں روتے اور وجد کرتے اور نعرے مارتے اور خدا کی محبت میں طرح طرح کی دیوانگی ظاہر کرتے ہیں اور طرح طرح کی عاشقانہ حالت دکھلاتے ہیں اور چونکہ اس ذات ذوالفضل سے جس کا نام رحیم ہے کوئی تعلق پیدا نہیں ہوتا اور نہ اس کی خاص تجلی کے جذبہ سے اس کی طرف کھینچے جاتے ہیں۔ اس لئے ان کا وہ تمام سوز وگداز اور تمام وہ حالتِ خشوع بے بنیاد ہوتی ہے اور بسا اوقات ان کا قدم پھسل جاتا ہے۔ یہاں تک کہ پہلی حالت سے بھی بدتر حالت میں جا پڑتے ہیں۔...

حالتِ خشوع روحانی وجود کا اول مرتبہ ہے اور جب تک رحیم خدا کی کشش اس کی دستگیری نہ کرے وہ حالتِ خشوع کچھ بھی چیز نہیں۔

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم۔ روحانی خزائن، جلد 21، صفحہ 190)

اس میں شک نہیں کہ نماز میں برکات ہیں مگر وہ برکات ہر ایک کو نہیں مل سکتے۔ نماز بھی وہی پڑھتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نماز پڑھاوے ورنہ وہ نماز نہیں نرا پوست ہے جو پڑھنے والے کے ہاتھ میں ہے۔ اس کو مغز سے کچھ واسطہ اور تعلق ہی نہیں۔ اسی طرح کلمہ بھی وہی پڑھتا ہے جس کو خدا تعالیٰ کلمہ پڑھوائے۔ جب تک نماز اور کلمہ پڑھنے میں آسمانی چشمہ سے گھونٹ نہ ملے تو کیا فائدہ؟ وہ نماز جس میں حلاوت اور ذوق ہو اور خالق سے سچا تعلق قائم ہو کر پوری نیازمندی اور خشوع کا نمونہ ہو اس کے ساتھ ہی ایک تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ جس کو پڑھنے والا فوراً محسوس کر لیتا ہے کہ اب وہ وہ نہیں رہا جو چند سال پہلے تھا۔

(ملفوظات۔ جلد 3، صفحہ 597)

شعبہ تربیت جماعت احمدیہ کینیڈا

خاتم النبیینؐ ۔ پاکستانی اسمبلیوں کی قرارداد

مکرم محمد آصف منہاس صاحب

لطیفہ سنا تھا کہ چراغ دین صاحب حج کر کے واپس تشریف لائے۔ اگلے ہی دن محلے کی کریانے کی دوکان پر پہنچے جس کے کئی سال سے مقروض چلے آرہے تھے۔ آتے ہی اپنا کھاتہ نکلوایا، دکاندار خوش ہوا کہ حج کی برکت سے چراغ دین صاحب کو خیال آ گیا اب برسوں کا حساب بے باک ہو جائے گا۔ کھاتے پر اپنے نام کے سامنے انگلی رکھ کے بولے کہ اب یہاں چراغ دین سے پہلے حاجی بھی لکھ دو، حاجی چراغ دین۔

لطیفہ پہلے پاکستان کے صوبہ سندھ کی قانون ساز اسمبلی اور پھر قومی اسمبلی میں پیش ہونے والی قرارداد سے یاد آیا کہ سرکار دو عالم حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نام نامی جہاں بھی آئے اس سے پہلے خاتم النبیینؐ لکھنا لازمی قرار دیا جائے۔

اس میں کوئی شک کوئی شبہ نہیں کہ حضرت اقدس نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بے شمار شانوں میں ایک شان خاتم الانبیاء ہونا بھی ہے۔ اور قرآن کریم کی سورۃ الاحزاب میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاتم النبیینؐ فرمایا ہے۔ یہ وہ مقام ومرتبہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس وقت ہی فائز فرما دیا تھا جب آدم ابھی مٹی سے گوندھا بھی نہیں گیا تھا۔ (کنزالعمال) اس لئے آپؐ کے نام نامی سے پہلے خاتم النبیین یا خاتم الانبیاء لکھا جاتا ہے بعینہٖ اس طرح ہے جیسے عزت واحترام کے لئے سرور کائنات، افضل الانبیاء، محسنِ انسانیت، وجہ تخلیق کائنات، شاہ مکی و مدنی وغیرہ لکھتے ہیں۔ اس خاکپائے محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب بھی سرکار کا نام لکھا ذاتِ مقدس کے کسی ٹائٹل یا اضافت سمیت لکھا۔ لیکن اس کے باوجود پاکستان کی اسمبلیوں سے ایک ٹائٹل کو زبردستی نافذ کر کے نام کا حصہ بنا دینے کی حکمت سمجھ نہیں آسکی۔

قرآن کریم میں آقائے دوجہاں کا نام نامی محمدؐ چار مرتبہ آیا ہے، یعنی

1۔ وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِن قَبْلِهِ الرُّسُلُ أَفَإِن مَّاتَ أَوْ قُتِلَ انقَلَبْتُمْ عَلَىٰ أَعْقَابِكُمْ وَمَن يَنقَلِبْ عَلَىٰ عَقِبَيْهِ فَلَن يَضُرَّ اللَّهَ شَيْئًا وَسَيَجْزِي اللَّهُ الشَّاكِرِينَo
(سورۃ آل عمران 3:145)

2۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا
(سورۃ الاحزاب 5:33)

3۔ وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَآمَنُوا بِمَا نُزِّلَ عَلَىٰ مُحَمَّدٍ وَهُوَ الْحَقُّ مِن رَّبِّهِمْ كَفَّرَ عَنْهُمْ سَيِّئَاتِهِمْ وَأَصْلَحَ بَالَهُمْ (سورۃ محمد 3:47)

4۔ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ وَالَّذِينَ مَعَهُ أَشِدَّاءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ تَرَاهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَبْتَغُونَ فَضْلًا مِّنَ اللَّهِ وَرِضْوَانًا سِيمَاهُمْ فِي وُجُوهِهِم مِّنْ أَثَرِ السُّجُودِ ذَٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرَاةِ وَمَثَلُهُمْ فِي الْإِنجِيلِ كَزَرْعٍ أَخْرَجَ شَطْأَهُ فَآزَرَهُ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوَىٰ عَلَىٰ سُوقِهِ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ مِنْهُم مَّغْفِرَةً وَأَجْرًا عَظِيمًاo
(سورۃ الفتح 30:48)

گو سورۃ الاحزاب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان خاتم النبیینؐ کا بیان موجود ہے لیکن پھر بھی کسی ایک جگہ پر بھی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کے نام سے پہلے خاتم النبیینؐ لکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی وہ لازمی ضرورت جو پاکستان کی ان قانون ساز اسمبلیوں کے ''زرخیز دماغوں'' نے کرلی ہے۔

قرآن کریم کے بعد صحابہ، تابعین، فقہاء، محدثین، مجددین، مفسرین، سیرت نگاروں۔۔۔ کسی کو بھی یہ خیال نہیں آیا کہ حضور ﷺ کا نام جہاں بھی آئے اس سے پہلے خاتم النبیینؐ لکھنا لازمی قرار دے دیا جائے یا کم از کم اپنی ذات کی حد تک ہی فرض سمجھ لیا جائے۔ سمجھ نہیں آتی کہ کون سا قرآنی حکم ہے، کون سی حدیث ہے، بزرگانِ سلف کا وہ کون سا طریق ہے، مسلمان ملکوں کی وہ کون سی روایت ہے جس کو ہمارے ملک کے ان ذہین دماغوں نے سامنے رکھ کر حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام سے پہلے خاتم النبیینؐ لکھنا لازمی قرار دیا ہے۔ حالانکہ یہ اپنی جگہ ایک حقیقت ہے کہ نام نہاد ریاست مدینہ کے وزیراعظم صاحب حلف لیتے ہوئے خاتم النبیینؐ کے الفاظ صحیح طرح ادا بھی نہیں کر سکے تھے۔

گستاخی نہ ہو تو ان ممبران اسمبلی سے سوال ہے کہ آیا اگلے مرحلے میں قرآن کریم اور صحاحِ ستہ سمیت تمام مذہبی کتابوں میں لفظ محمدؐ سے پہلے خاتم النبیینؐ لکھنے کا بل بھی لا رہے ہیں؟ یا پھر ایک مولوی صاحب کے بقول یہ بھی فیصلہ کر لیجئے کہ آیا محمد عربیؐ بھی لکھنا لازمی قرار دینا چاہئے؟

پھر اردو ادب میں ان جیسے سینکڑوں شعروں کا کیا کیا جائے گا:

غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گذاشتیم
کاں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است
(غالبؔ)

فکر نجات میرؔ کو کیا مدح خواں ہے وہ
اولاد کا علیؑ کی محمدؐ کی آل کا
(میر تقی میرؔ)

اس راز کو اب فاش کر اے رُوحِ محمدؐ
آیاتِ الٰہی کا نگہبان کدھر جائے
(اقبالؔ)

علم محمدؐ، عدل محمدؐ، پیار محمدؐ
ساری اعلیٰ قدروں کا شہکار محمدؐ
(مظفر وارثی)

زمانہ وہ ایسا عجیب آ رہا ہے
محمدؐ کا روضہ قریب آ رہا ہے

اس میں کوئی شک نہیں کہ اسمبلیاں یہ قرارداد اپنے تئیں جماعت احمدیہ کے خلاف پیش کر رہی ہیں۔ اُن کا عجیب خیال ہے کہ جماعت احمدیہ نعوذ باللہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیینؐ نہیں مانتی۔ حالانکہ اس سے بڑا جھوٹ اور کذب ہو نہیں سکتا۔ کیونکہ قرآن کریم کے ایک ایک لفظ اور ایک ایک نکتے پر ہر احمدی کا دل وجان سے ایمان ہے اور کسی آیت، کسی لفظ اور کسی زیر زبر کی منسوخی کی قائل نہیں پھر سورۃ الاحزاب میں بیان فرمودہ آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم کی اس صفت کی کیسے منکر ہو سکتی ہے؟ بانی جماعت احمدیہ

کی تعلیمات کے مطابق اللہ تعالیٰ کے فضل سے سیدنا حضرت اقدس محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بدل وجان خاتم النبیین یقین کرتی ہے۔ یہاں تک کہ جماعت احمدیہ میں داخلے کے وقت خلیفۂ وقت کی بیعت کرتے وقت دوسری لائن ہی یہ دہرائی ہوتی ہے کہ:

’’میرا پختہ اور کامل ایمان ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔‘‘

حضرت بانی سلسلہ عالیہ نے اپنی تحریروں میں متعدد دفعہ اپنے آقا ومطاع صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا ہے۔

فرماتے ہیں:

’’وہ انسان جو سب سے زیادہ کامل اور انسان کامل تھا اور کامل نبی تھا اور کامل برکتوں کے ساتھ آیا جس سے روحانی بعث اور حشر کی وجہ سے دنیا کی پہلی قیامت ظاہر ہوئی اور ایک عالم کا عالم مَرا ہوا اس کے آنے سے زندہ ہو گیا وہ مبارک نبی حضرت خاتم الانبیاء امام الاصفیاء ختم المرسلین فخر النبیین جناب محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔‘‘ (اتمام الحجۃ۔روحانی خزائن، جلد8، صفحہ308)

’’ہمیں اللہ تعالیٰ نے وہ نبی دیا جو خاتم المومنین، خاتم العارفین اور خاتم النبیین ہے اور اسی طرح پر وہ کتاب اس پر نازل کی جو جامع الکتب اور خاتم الکتب ہے۔‘‘

(ملفوظات۔جلد اوّل صفحہ 341۔ایڈیشن 1984ء)

پھر فرمایا: ’’مجھ پر اور میری جماعت پر جو یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو خاتم النبیینؐ نہیں مانتے یہ ہم پر افترائے عظیم ہے۔

ہم جس قوّت، یقین، معرفت اور بصیرت کے ساتھ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء مانتے اور یقین کرتے ہیں اس کا لاکھواں حصہ بھی دوسرے لوگ نہیں مانتے اور اُن کا ایسا ظرف ہی نہیں ہے۔ وہ اس حقیقت اور راز کو جو خاتم الانبیاء کی ختم نبوّت میں ہے سمجھتے ہی نہیں ہیں۔ انہوں نے صرف باپ دادا سے ایک لفظ سنا ہوا ہے مگر اس کی حقیقت سے بے خبر ہیں اور نہیں جانتے کہ ختم نبوّت کیا ہوتا ہے اور اس پر ایمان لانے کا مفہوم کیا ہے؟ مگر ہم بصیرتِ تامّ سے (جس کو اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے) آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء یقین کرتے ہیں اور خدا تعالیٰ نے ہم پر ختمِ نبوّت کی حقیقت کو ایسے طور پر کھول دیا ہے کہ اس عرفان کے شربت سے جو ہمیں پلایا گیا ہے ایک خاص لذّت پاتے ہیں جس کا اندازہ کوئی نہیں کر سکتا بجز ان لوگوں کے جو اس چشمہ سے سیراب ہوں۔‘‘

(ملفوظات۔جلد اول۔صفحہ 242۔ایڈیشن 1984ء)

منظوم کلام میں فرمایا:

ما مسلمانیم از فضلِ خدا
مصطفےٰ مارا امام و مقتدا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام

(سراج منیر۔روحانی خزائن، جلد12، صفحہ119 ضمیمہ)

خاتم النبیین حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور تعلیمات کو سامنے رکھیئے اور اپنے ملک کے حالات بھی۔ پاکستان میں علم نہیں، انصاف نہیں، قانون نہیں، جوابدہی نہیں، کمزوروں، عورتوں، اقلیتوں کے حقوق نہیں، رحم نہیں، عصر (زمانے) سے ہم آہنگی نہیں، حقوق العباد کا خیال نہیں۔ لیکن باہمی حقوق کا احترام، فلاح و بہبود، علم، عدل، تربیت، احتساب۔۔۔ کون سی خوبیٔ رسول ہے جسے لاگو کر دینے کی ان ارباب اقتدار کو فکر لاحق ہے۔ ذات اقدس کی وہ کون سی خوبی ہے جسے معاشرے میں رائج کرنے کا بل کسی ممبر اسمبلی کے ذہنِ زرخیز میں آیا ہو؟

حیران ہوں کہ اس سب کے باوجود ہمیشہ مذہب میں خود ساختہ تبدیلی اور معاذ اللہ، اللہ کے احکامات میں دخل اندازی کا خیال اس قوم ہی کو کیوں آتا ہے۔ اس طرح کے عجیب وغریب خیالات پاکستانی ممبران اسمبلی کے دماغوں ہی میں کیوں آتے ہیں۔ اپنے اپنے حقیقی فرائض سے غافل یہ وہی ایم این اے ہیں جو کسی بھی قومی قانون سازی کے وقت ایک دوسرے پر الزام تراشی اور شب وستم کے بعد اجلاس سے اٹھ کر چلے جاتے ہیں لیکن یہاں کسی ایک کو بھی جرأت نہیں ہوئی کہ اٹھ کر یہ سوال کر لیتا کہ کہیں یہ قرارداد قرآن وحدیث کے مخالف تو نہیں؟ یا یہ کہ صرف نام سے پہلے خاتم النبیینؐ لکھنا لازمی قرار دینے کی بجائے آپ کی تعلیمات کو معاشرے میں رائج کرنا زیادہ ضروری ہے۔ لگتا یہی ہے کہ یہ سارے ہی چراغ دین صاحب کی طرح اپنے نام سے پہلے حاجی لکھ کر حقیقی فرائض سے اپنے آپ کو عہدہ برا سمجھ بیٹھے ہیں۔

پاپوش میں لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

بقیہ از رشتہ ناطہ کے معاملات: سوال وجواب

ایک احمدی ماں کی پہلی ترجیح اپنے بچوں کی نیک تربیت ہونی چاہیئے۔ بالعموم اسلامی تعلیمات نے کاموں میں مرد وعورت کے درمیان تقسیم رکھی ہے اور یہ ہمارے مذہب کا ہم پر بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمارے باہمی ذمہ داریوں کو اس قدر واضح کر دیا ہے۔ تاہم اسلام نے ہر ممکنہ حالات کے مطابق تعلیم دی ہے پس ان پیشوں کے علاوہ بھی بعض ایسے مخصوص حالات پیش آ سکتے ہیں کہ جہاں عورتوں کو کام کرنا پڑے۔ مثال کے طور پر، نبی پاک ﷺ کے زمانے میں عورتوں نے جنگوں میں زخمی ہونے والوں کی مدد کے لئے نرسوں کا کام کیا۔ بعض مسلمان عورتوں نے اگلی صفوں میں لڑائی میں حصہ لیا اور نہایت جرأت اور بہادری کا مظاہرہ کیا۔‘‘

کینیڈا ڈے

(کینیڈا کا قومی ترانہ)

مکرم بشارت ریحان صاحب ٹرانٹو، کینیڈا

میرے معبود! مرے خواب سلامت رکھنا
کینیڈا کی یہ تب و تاب سلامت رکھنا

میں نے اس ملک میں جتنے بھی بنائے ہیں رفیق
وہ مرا حلقۂ احباب سلامت رکھنا

دوستو! جس نے بھی چومی ہے یہاں کی مٹی
اس کا ہر خطۂ شاداب سلامت رکھنا

اس پرچم سے نکلتے ہیں اجالے اکثر
ان ستاروں کی تب و تاب سلامت رکھنا

ہر عمارت کی حفاظت ہے ہمارا شیوہ
شہر کے گنبد و محراب سلامت رکھنا

چار چاند اس نے سجائے ہیں تمہارے گھر میں
یہ توانائی کا مہتاب سلامت رکھنا

وقت کا یہ بھی تقاضا ہے مرے ہم وطنو!
شہریت کے ادب آداب سلامت رکھنا

ملک انصار الحق صاحب شہید

میرے ابا جان محترم ملک انصار الحق صاحب شہید لاہور
اور 28 مئی 2010ء کی چند یادیں

محترمہ صوبیہ انس صاحبہ، جماعت بیری

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ط بِيَدِكَ الْخَيْرُ ط اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌo (سورۃ آل عمران 3: 27)

ترجمہ: اور تو جس کو چاہے عزت بخشتا ہے اور جس کو چاہے ذلیل کرتا ہے۔ خیر تیرے ہی ہاتھ میں ہے۔ یقیناً تو ہر چیز پر جسے تو چاہے دائمی قدرت رکھتا ہے۔

کورونا وبا نے جہاں دنیا کا نظام مکمل طور پر بدل کے رکھ دیا ہے۔ لیکن ایک بات جو وہ نہ بدل سکا وہ تو ہمارے پیارے امام کی شہداء کے بچوں سے بے حد محبت اور شفقت ہے جو آج بھی پہلے ہی کی طرح جاری و ساری ہے!

چند دن پہلے عید الفطر کے موقع پر پیارے حضور کی طرف سے مسلسل دس سالوں سے بلا ناغہ شہداء کے بچوں کو بھجوائی جانے والی عیدی کا نقد تحفہ ملا تو دل میں خواہش ہوئی کہ 28 مئی 2010ء کے بارہ میں اپنی کچھ یادوں کو تحریر کرنے کی کوشش کروں۔

ھٰذَا مِنْ فَضْلِ رَبِّیْ (سورۃ النمل 27:41)

ترجمہ: یہ محض میرے رب کے فضل سے ہے

13 دسمبر 1900ء کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام ہوئے تھے کہ:

''لاہور میں ہمارے پاک ممبر موجود ہیں۔''

(تذکرہ، صفحہ 328)

اور ''لاہور میں ہمارے پاک محبّ ہیں۔''

(تذکرہ، صفحہ 328)

ٹھیک دس سال قبل آج 28 مئی 2010ء کے ہی روز میرے ابا جان مسجد دارالذکر لاہور میں شہادت کے عظیم منصب پر فائز ہوئے یہاں ٹرانٹو میں تقریباً فجر کا وقت تھا جب ہماری لاہور کی دو مساجد پر حملہ شروع ہوا۔ اور دنیا بھر کے میڈیا پر اس حملے کی خبر بریکنگ نیوز کے طور پر اسی وقت آنی شروع ہوگئی۔ باقی خاندانوں کی طرح ہمارے خاندان میں بھی تشویش کی ایک لہر دوڑ پڑی۔ اور ہم سب رشتے داروں نے ایک دوسرے کو فون کرنے شروع کر دیئے۔ جب یہ حملہ ختم ہوا تو ہم سب دعاؤں کے ساتھ اپنے ابا جان کی تلاش میں لگ گئے۔ اس وقت ایک عجیب سی بے یقینی کی کیفیت تھی۔ ہر کوئی اپنے پیاروں کو تلاش کر رہا تھا۔ اور لاہور کے مختلف ہسپتالوں کے چکر لگا رہا تھا۔ اس وقت کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ یہ سب کچھ کیا ہوا؟ مختلف ہسپتالوں میں زخمیوں کی فہرست چیک کی جا رہی تھی۔ ساتھ ساتھ ہی شہید ہو جانے والوں کی میتوں کی شناخت کا مشکل ترین کام بھی ہو رہا تھا۔ چند تو شناخت کے قابل بھی نہیں تھیں۔ اس سارے عرصے میں ہمیں بار بار امید پیدا بھی ہوتی تھی کہ شائد ہمارے والد زخمیوں میں ہوں لیکن بار بار یہ امید ٹوٹ بھی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ میرے خاندان کے کچھ افراد نے ایک مردہ خانے میں پڑی ہوئی میتوں میں سے ایک کی بطور ابا جان کے شناخت کر لی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مجھے پاکستانی وقت کے مطابق تقریباً رات بارہ بجے جب کہ یہاں ٹرانٹو میں دوپہر کے تین بج رہے تھے ان کی شہادت کی کنفرم اطلاع ملی۔ میرا پاکستانی پاسپورٹ جو کہ میرے کینیڈا کی امیگریشن کے وقت 2005ء میں لاہور سے بنا تھا وہ پانچ سال کی مدت کے بعد اپریل 2010ء میں ختم ہو چکا تھا۔ جس کی اس وقت فوری تجدید ممکن نہیں تھی۔ خوش قسمتی سے سانحہ 28 مئی 2010ء سے ایک ہی ہفتہ پہلے 21 مئی کو میری کینیڈین سیٹیزن شپ کی Oath Ceremony ہو چکی تھی۔ جب کہ میری دونوں واقفہ نو بیٹیوں عائشہ مریم اور آنسہ مریم جن کی عمریں اس وقت تین اور چار سال تھیں ان کے بھی کینیڈین پاسپورٹ ابھی تک نہیں بنے ہوئے تھے۔

اس پریشانی کے عالم میں ہم فوراً گھر سے سیدھا پاسپورٹ آفس واقع Yonge&Sheppard پہنچے جب کہ ہمارے پاس پاسپورٹ کی کوئی ایک Application بھی نہیں تھی۔ ذرا ایک لمحے کے لئے تصور کریں کہ آپ اپنے اور اپنے سارے بچوں کے کینیڈین پاسپورٹ پہلی بار زندگی میں حاصل کرنے کے لئے جمعہ کی مصروف ترین شام پاسپورٹ آفس اس کیفیت میں پہنچے کہ آپ کے پاس پاسپورٹ کی Applications بھی نہ ہوں اس وقت شام کے سوا چار بجے تھے اور پاسپورٹ آفس بند ہونے میں صرف 45 منٹ باقی تھے پاسپورٹ آفس کے ہال میں اس وقت بہت لوگ تھے۔ خیر جب دروازے پر موجود سیکیورٹی گارڈ کو اس سانحہ لاہور اور میرے ابا جان کی شہادت کا بتایا گیا تو اس نے کمال ہمدردی سے ہمیں ایک ایسا ٹکٹ نمبر جاری کر دیا جو صرف چند سیکنڈز کے بعد ہی وہاں پر لگی ہوئی LCD سکرین پر Flash کرنے لگ پڑا یعنی ہماری بغیر کسی انتظار کے کاؤنٹر پر فوری باری آ گئی۔ جب ہم اس کاؤنٹر نمبر 17 پر پہنچے تو اس وقت چار بج کر بیس منٹ ہو چکے تھے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس وقت تک دنیا کے تمام بڑے Media Outlets پر لاہور سانحہ کی Breaking News بار بار آ چکی تھی (CNN, BBC,CBC) اور اتفاق سے کاؤنٹر نمبر 17 پر موجود خاتون بھی یہ خبر سن چکی تھیں۔ اس خاتون نے ہمیں تین Applications لا کر دیں اور ہمیں اسی کاؤنٹر پر ہی کھڑے کھڑے ہی ان کو مکمل کرنے میں بہت مدد کی۔ جب سب کچھ مکمل ہوا تو اس وقت تک چار بج کر پچاس منٹ ہو چکے تھے۔ اور اس کے بعد اپنے مینیجر سے ملنے کے بعد ہمیں یہ خوشخبری بھی اسی وقت سنائی کہ ہمارے تینوں پاسپورٹ ابھی فوری مشین سے تیار کئے جائیں گے اور اگرچہ پاسپورٹ آفس پانچ بجے بند ہو رہا ہے لیکن ہمارے تینوں پاسپورٹ کی تیاری تک ان کے عملہ کے کچھ افراد کام کرتے رہیں گے۔ اور بغیر ہمارے کسی مطالبے کے ان تینوں کینیڈین پاسپورٹس کی ارجنٹ فیس معاف کر دی گئی ہے اور ہمیں کہا گیا کہ ہم پاسپورٹ آفس سے باہر انتظار کریں۔ تقریباً ایک گھنٹے انتظار کے بعد شام چھ بجے ہمارے تینوں کینیڈین پاسپورٹ باہر آ کر ہمیں دے دیئے گئے۔

چونکہ وہ پاسپورٹ ابھی ابھی تازہ مشین سے تیار ہو کر باہر نکلے تھے تو وہ بے حد گرم تھے۔ ہمارے پاس وہ تینوں پاسپورٹ آج بھی محفوظ ہیں جن کے اجرا کی تاریخ کے خانے میں ہمارے لئے بہت ہی بابرکت اور یادگار تاریخ درج ہے۔ 28 مئی 2010ء۔

ہم آج بھی اس گمنام سیکیورٹی گارڈ۔ اس کاؤنٹر نمبر 17 پر کام کرنے والی فرشتہ صفت اور ہمارے تصور سے بھی زیادہ ہمدرد خاتون

اور پاسپورٹ آفس کی برانچ مینیجر کے احسانات کو یاد کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ان تینوں انسان نما فرشتوں کو زندگی کی ہر خوشی عطا کرے۔آمین

پاسپورٹ کے حصول کے بعد جب ہم گھر واپس پہنچے تو ایک طرف تو افسوس کے لئے ہمارے گھر پر آنے والوں کا نہ ختم ہونے والا تانتا بندھا ہوا تھا جن سب سے ملنا بھی ضروری تھا اور دوسری طرف ہمیں اندازہ ہوا کہ ابھی تو ایک اور رکاوٹ بھی باقی ہے۔ چونکہ ہم تینوں کے پاس نادرا کا بدقسمتی سے Overseas Pakistani ID Card اس وقت تک نہ تھا تو ہمیں ان تینوں کینیڈین پاسپورٹ پر اب پاکستان کا Visitor VISA بھی لازمی تھا۔شام کے سات بج چکے تھے۔اور پاکستان کا قونصلیٹ آفس تو دو گھنٹے پہلے ہی پانچ بجے بند ہو چکا تھا اور اب اس نے دو دن کے بعد سوموار کو کھلنا تھا۔اور PIA کی اگلی Direct Flight نے اتوار کو ٹورانٹو سے پاکستان کے لئے روانہ ہونا تھا۔خیر پریشانی کے اس عالم میں اللہ کا نام لے کر پاکستان کے سفیر سے آٹو اہ میں رابطہ کر کے ساری صورت حال بتا کر اپنے رابطے کا نمبر چھوڑ دیا گیا اور اللہ سے کسی معجزہ کا انتظار کرنے لگے تقریباً رات دس بجے ہمیں کال آئی کہ ان شاءاللہ کل بروز ہفتہ 29 مئی 2010ء کو پاکستان کا قونصلیٹ آفس ٹرانٹو صبح دس بجے سے بارہ بجے صرف دو گھنٹوں کے لئے کھولا جائے گا۔ہم اگلی صبح ساڑھے نو بجے ہی وہاں پہنچ چکے تھے۔خیر تھوڑی دیر میں ہی ان کے عملہ کے دو افراد پہنچ گئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے تینوں پاسپورٹ پر پاکستان کے ویزے لگ گئے۔الحمدللہ رب العالمین۔اتوار 30 مئی کی PIA کی فلائٹ کی ٹکٹیں بھی خرید لی گئیں اور ہم اللہ کے فضل سے پاکستان روانہ ہو گئے۔اور میرے خاندان کے باقی سارے افراد میرے پاکستان پہنچنے پر ہی میرے شہید والد کے جنازے اور تدفین کا انتظام پہلے سے ہی کر رہے تھے۔اٹھارہ سال کی چھوٹی عمر میں ہی میری شادی 2003ء میں ہوئی تھی اور اس سانحہ لاہور کے روز میں بمشکل 25 سال کی تھی اور دو بچوں کی ماں بھی تھی۔ 25 سالہ انسان کے اعصاب عام طور پر ابھی اتنے قوی اور مضبوط نہیں ہوتے اور یہ میرا شادی کے باعث کینیڈا آنے کے بعد پاکستان کا پہلا سفر بھی تھا۔میرا پاکستان کا وہ سفر خاصا مشکل اور طویل ثابت ہوا جب کہ میرے شوہر محترم حافظ انس احمد ملک صاحب بھی اس سفر میں میرے ساتھ کسی مجبوری کے باعث نہ جا سکے تھے۔جب میں اپنے شہید والد کا چہرہ دیکھنے کی شدید خواہش لے کر پاکستان پہنچ کر ائیرپورٹ سے اپنی دونوں بچوں کے ساتھ باہر نکلی تب ہی مجھے پتہ چلا کہ میرے ابا جان کی تدفین اس وقت سے ٹھیک آٹھ گھنٹے پہلے ہی ہو چکی تھی جب کہ میری فلائیٹ شائد یورپ کے اوپر ہو گی۔اس وقت ہی مجھے پتہ چلا کہ میرے شہید والد کا جسم گولیوں سے چھلنی تھا اور لاہور کے سروسز ہسپتال اور پھر جماعت کے تمام ڈاکٹروں کی رائے میں ان کی فوری تدفین کی ضرورت تھی ورنہ اس بات کا شدید خدشہ تھا کہ ان کی میت خدانخواستہ ان کے جسم کے اندر موجود گولیوں کی وجہ سے کہیں پھٹ نہ جائے۔یہی میرے اللہ کی مرضی تھی۔میں اپنے خاندان میں اکیلی تھی جو باوجود فوری پاکستان جانے کے اپنے والد کا چہرہ نہ دیکھ سکی۔الحمدللہ رب العالمین۔اگر میں کسی بھی مجبوری کے باعث پاکستان نہ جا سکی ہوتی تب تو اور بات ہوتی۔سانحۂ لاہور کے چند روز بعد ہی حضور انور کا بہت ہی پیارا اور یادگار فون ہمارے خاندان کے افراد کو آیا جس میں حضور انور نے ازراہِ شفقت ہماری والدہ کے علاوہ ہم سب بہن بھائیوں سے بڑی تفصیل سے بات کی اور ہماری اس غم کی کیفیت کو ایک ناقابلِ بیان خوشی اور ایک بہت بڑے اعزاز میں بدل دیا۔پھر اس بے حد محبت بھرے فون کے بعد ہمارے گھر کے ہر فرد کو حضور انور کا بہت ہی پیارا دو صفحات پر مشتمل ایک طویل تعزیت کا خط بھی ملا جو ہمارے لئے ایک قیمتی اثاثہ ہے۔اللہ تعالیٰ پیارے حضور کو صحت و سلامتی کے ساتھ لمبی عمر عطا کرے۔آمین۔مجھے اس وقت اللہ کے فضل سے تقریباً ایک سال اپنی والدہ کے پاس رہنے کا پاکستان میں موقع مل گیا اور میں اگلے سال مارچ 2011ء میں کینیڈا واپس آئی۔سانحۂ لاہور میں اس روز میرے ابا جان کے علاوہ ہمارے خاندان میں تین اور شہادتیں بھی ہوئیں تھیں۔ان میں پہلے میری والدہ کے خالہ زاد بھائی۔دوسرے میرے خسر محترم کہ میرے خالو جان بھی تھے،مرحوم انکل ملک منور جاوید صاحب انچارج دارالضیافت ربوہ کے پھوپھی زاد بھائی اور تیسرے میری ایک دوسرے خالو جان مرحوم کی ہمشیرہ کے اکلوتے بیٹے یعنی ان کے بیس سالہ نوجوان ہونہار بھانجے جو میڈیکل کے پہلے سال کے ایک ذہین طالب علم تھے،شامل ہیں۔

آخر میں قرآن کریم کی اس عظیم الشان آیت پر اپنی یادوں کو ختم کرتی ہوں جو ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بہت ہی پیاری شریکِ حیات حضرت سیدہ آصفہ بیگم صاحبہ کی رمضان کے آخری جمعہ کی صبح کو وفات کے چند گھنٹوں کے بعد اسی روز دوپہر کو اپنے خطبہ جمعۃ الوداع کے آغاز میں پڑھی تھی۔

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ o وَ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ o (سورۃ الرحمٰن 28-27:55)

ترجمہ: سب کچھ جو اس زمین پر ہیں فانی ہیں اور باقی رہے گی ذات صرف اور صرف تیرے جلال اور عزت والے رب کی۔

اپنے شہید والد مرحوم کی یاد میں ایک احمدی شاعر محترم مبارک صدیقی صاحب۔میزبان انتخاب سخن ایم ٹی اے پروگرام کی لکھی ہوئی نظم ہر اس انسان کے لئے جس کے والد محترم اب اس دنیا سے اپنے بچوں کو سوگوار چھوڑ کر ہمیشہ کے لئے جا چکے ہیں، کے چند اشعار پیش خدمت ہیں۔

والدِ محترم والدِ محترم
اپنے سینے پہ مجھ کو سلاتے تھے آپ
اور خود جا کے مٹی میں ہی سو گئے
میرے بچپن کے دن وہ سنہرے دن
خواب جیسے تھے اور خواب ہی ہو گئے
دلربا دلنشین ہر گھڑی ہر قدم
والدِ محترم والدِ محترم

آپ تھے تو یہ منظر بہاروں سے تھے
میرے آنسو بھی گویا ستاروں سے تھے
آپ تھے تو تلاطم کا ڈر تھا کسے؟
آپ تھے تو یہ دریا کناروں سے تھے

آپ کے بعد سہتا ہوں سارے ستم
والدِ محترم والدِ محترم

ہر کڑی دھوپ میں سائبان آپ تھے
ہر اندھیرے میں اک کہکشاں آپ تھے
جگمگاتے ہوئے مسکراتے ہوئے
بس دعا ہی دعا مہربان آپ تھے
آپ کے پاؤں چھولوں خدا کی قسم
والدِ محترم والدِ محترم

دعائے مغفرت

☆ مکرم نثار احمد صاحب

20/جون 2020ء کو مکرم نثار احمد صاحب حلقہ وان نارتھ 90 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن. 21/جون کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں سوا ایک بجے مکرم مولانا مرزا محمد افضل صاحب مربی سلسلہ پیس ویلیج نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔اگلے روز 22 جون کو نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم نوفل بن زاہد مربی سلسلہ وان نارتھ نے دعا کرائی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔آپ کو قرآن کریم سے غیر معمولی عشق تھا۔آپ لاہور میں تعلیم القرآن کے مربی تھے بچوں کو بڑے شوق سے قرآن کریم پڑھایا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ یہاں آنے کے بعد جاری رہا۔مسس ساگا پھر بعدہ وان میں بچوں کو قرآن کریم پڑھاتے۔ آپ نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار اور دعا گو بزرگ تھے۔ ہمدرد وخیر خواہ، خلیق اور ملنسار تھے۔ آپ کا خلافت سے گہرا تعلق تھا۔

آپ نے پسماندگان میں دو بیٹے مکرم اعجاز احمد صاحب وان نارتھ، مکرم مبشر احمد صاحب لاہور، چار بیٹیاں محترمہ امۃ الواسع صاحبہ ساہیوال، محترمہ امۃ الصبوح صاحبہ لاہور، محترمہ امۃ الکریم صاحبہ مارکھم محترمہ امۃ الشافی صاحبہ ابوظہبی اور دو بہنیں محترمہ نسیم رشید ملک صاحبہ مارکھم اور محترمہ جمیلہ خانم صاحبہ ڈرہم یادگار چھوڑی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے مکرم اعجاز احمد صاحب اور ان کی اہلیہ محترمہ امۃ الشافی صاحبہ کو مرحوم کی غیر معمولی خدمت کرنے کی توفیق ملی۔فجزاھم اللہ احسن الجزاء

☆ مکرم محمد عامر قریشی صاحب

22/جون 2020ء کو مکرم محمد عامر قریشی صاحب ملٹن ویسٹ جماعت 85 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن. 26/جون کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں نماز جمعہ کے بعد دو بجے مکرم صادق احمد صاحب مربی مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔ اور اس کے فوراً بعد بریمپٹن میموریل گارڈن قبرستان میں تدفین ہوئی اور مکرم اسفند سلیمان احمد صاحب مربی سلسلہ ملٹن نے دعا کرائی۔

مرحوم اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے صحابی حضرت شیخ محمد افضل رضی اللہ تعالیٰ عنہ آف پٹیالہ کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے۔ آپ نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کے پابند، تہجد گزار، ہمدرد وخیر خواہ، خلیق، ملنسار، دعا گو، مخلص اور فدائی احمدی تھیں۔ خلافت کے ساتھ صدق ووفا کا تعلق تھا۔آپ کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ صفیہ عامر صاحبہ، دو بیٹے مکرم امجد احمد صاحب اسلام آباد، مکرم شیراز احمد صاحب، مکرم نعیم احمد صاحب داماد امریکہ، تین بیٹیاں محترمہ بشریٰ عنبرین صاحبہ امریکہ، محترمہ روبینہ جاوید صاحبہ سپین، محترمہ عائشہ سجاد صاحبہ ایبٹ آباد یادگار چھوڑی ہیں۔مرحوم، مکرم صفی اللہ قریشی صاحب، مکرم محمد اسلم قریشی صاحب، ملٹن ویسٹ کے بہنوئی تھے۔

☆ مکرم بشارت محمد میاں صاحب

24 جون 2020ء کو مکرم بشارت محمد میاں صاحب وان ایسٹ 75 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡن. 26/جون کو مسجد بیت الحمد مسس ساگا میں نماز جمعہ کے بعد مکرم صادق احمد صاحب مربی مسس ساگا نے ان کی نماز جنازہ پڑھائی۔اور اس کے فوراً بعد نیشنل قبرستان میں تدفین ہوئی اور مرحوم کے صاحبزادے مکرم سعادت میاں صاحب نے دعا کرائی۔

مرحوم نیک، صالح، صوم وصلوٰۃ کی پابند، خلیق، ملنسار اور فدائی احمدی تھے۔خلافت سے گہرا تعلق تھا۔

آپ نے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ امۃ القیوم میاں صاحبہ دو بیٹے مکرم عبادت میاں صاحب ، مکرم سعادت میاں صاحب سیسکاٹون ، تین بیٹیاں محترمہ ہما عقیل صاحبہ وان ، سحر میاں صاحبہ، بشریٰ میاں صاحبہ امریکہ یادگار چھوڑی ہیں۔

ادارہ مذکورہ بالا مرحومین کے تمام پسماندگان سے دلی تعزیت کرتا ہے اور دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن مرحومین کے لواحقین اور عزیزوں کو صبرِ جمیل بخشے ۔اور اُن کی نیکیوں اور خوبیوں کو جاری وساری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے اور اُن کے ساتھ مغفرت اور بخشش کا سلوک فرمائے۔آمین۔

ایک ضروری درخواست واعلان

خاکسار اپنے والد محترم مرحوم ملک منور احمد صاحب جاوید سابق انچارج دارالضیافت ربوہ وسابق نائب صدر مجلس انصار اللہ پاکستان کے حالات و واقعات پر کتاب شائع کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔اباجان کو خلفاء کی شفقت، راہنمائی اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جو خدمات دینیہ کی توفیق ملی اس حوالہ سے خاکسار واقعات جمع کر رہا ہے تا کہ اسے کینیڈا سے شائع کیا جا سکے۔

دنیا بھر کے افراد سے میری عاجزانہ درخواست ہے کہ اگر ان کے یا ان کے بزرگوں کے پاس میرے اباجان کے بارہ میں ذاتی یا جماعتی کوئی مواد، کوئی واقعہ، کوئی یادگار چیز، کوئی انمول بات یا کوئی تصویر ہو تو خاکسار کو بھجوا دیں تا کہ اسے اس مسودہ / کتاب کے ذریعہ تاریخ کا حصہ بنایا جا سکے۔

☆ ملک منور احمد جاوید بطور ایک احمدی

☆ ملک منور احمد جاوید بطور قائد ضلع وعلاقہ لاہور

علاقہ لاہور کے اضلاع۔لاہور، قصور، شیخوپورہ، اوکاڑہ کے احباب سے تعاون کی خاص درخواست

ملک منور احمد جاوید بطور ایک واقفِ زندگی

مندرجہ ذیل ادوار کے بارہ میں آپ جو کچھ بھی جانتے ہوں تو ضرور اطلاع دیں۔

1956 تا 1971ء	ملازمت سول سیکرٹریٹ
1960 تا 1962	قائد مجلس مغل پورہ لاہور
1962 تا 1968	نائب قائد ضلع لاہور
1968 تا 1977	قائد ضلع وعلاقہ لاہور
1966 تا 1983	ذاتی کاروبار شیزان انٹرنیشنل
1983 تا 2016	بطور واقفِ زندگی
1962 تا 1968	نائب قائد ضلع لاہور
1968 تا 1977	قائد ضلع وعلاقہ لاہور
1966 تا 1983	ذاتی کاروبار شیزان انٹرنیشنل
1983 تا 2016	بطور واقفِ زندگی

اگر آپ ان کی 17 سالہ ملازمت سول سیکرٹریٹ حکومت پنجاب یا ان کے 18 سالہ ذاتی کاروبار شیزان کے حوالہ سے بھی کسی بات/واقعہ سے آگاہ ہیں تو مجھ سے رابطہ ضرور کریں۔

اگر آپ یا آپ کے کسی عزیز اور بزرگ نے مندرجہ ذیل چار شعبوں میں کبھی بھی میرے والد صاحب کے ساتھ کام کیا ہے تو اپنی یادوں سے براہ مہربانی مجھے آگاہ کریں۔

☆ انچارج دارالضیافت خدمت 33 سال

☆ عاملہ ممبر مجلس انصار اللہ خدمت 31 سال

☆ سیکرٹری یکصد یتامی کمیٹی خدمت 20 سال

☆ صدر دورہ کمیٹی انصار اللہ پاکستان ۔لمبا عرصہ

آپ سب کچھ مجھے ای میل/وٹس ایپ کر سکتے ہیں:

WhatsApp:+1-416-834-1404 email: malikmunawarahmadjaved@yahoo.com